شعراء

سورہ نمبر 26

تنزیلی نمبر 20

آیات 227

پارہ 19

مکی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورہ شعراء

فضیلت سورہ شعراء

📖 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو بھی اسے سورے کو پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا تو اس کے گھر میں چور داخل نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ گھر جلے گا اور نہ ہی ڈوبے گا اور جو شخص اسے لکھ کر پیے گا تو اللہ تبارک و تعالٰی اسے ہر بیماری سے شفا عطا کرے گا اور جو اس سورے کو لکھ کر کسی سفید آزاد مرغ پر لٹکا دے گا تو وہ مرغ چلتے ہوئے سوائے خزانے کے کہیں اور نہیں ٹھرے گا (یا اسی جگہ ٹھرے گا جہاں پر پانی پایا جاتا ہو) گا جادو کی جگہ لے جائے گا اور وہ اس جگہ کو چونچ سے کھودے گا تاکہ وہ ظاہر ہوجائے۔ (خصوصیات و فوائد قرآن بحوالہ تفسیر البرھان)

📖 ثواب الاعمال میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص تین طواسین سورتیں شبِ جمعہ کو پڑھے، وہ خدا کے دوستوں میں سے ہوگا اور خدا کی حفظ و امان میں رہے گا۔ وہ دنیا میں کبھی مفلس نہ ہوگا اور آخرت کے دن خدا اسے جنت عطا کرے گا اور اسے راضی کرے گا اور ایک سو حورِ عین سے اس کی تزویج کرے گا اور اسے جنتِ عدن میں انبیاء و

مرسـلین اور اوصـیائے راشـدین کے درمیان رہائش عطا کرے گا۔ (نورالثقلین)

📖 ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا نے الواحِ موسٰیؑ سے مجھے طٰہٰ اور طواسین (شعراء، نمل، قصص) عطا فرمائیں۔ مجمع البیان میں ابی بن کعب سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضـرت نوح علیہ السـلام کے زمانے سـے لے کر میرے دور دتک جتنے انبیاء کے مصـدق اور مکذب گزرے ہیں، جو شـخص سـورہ شـعراء پڑھے گا تو اللہ اسـے ان تمام افراد کے برابر اجر عطا فرمائے گا۔ (نورالثقلین)

📖 ثواب الاعمال میں ابن حنفیہ سـے منقول ہے کہ حضـرت علیہ علیہ السلام نے فرمایا: جب رسول اکرمﷺ پر طٰسم کے الفاظ نازل ہوئے تو آپ نے فرمایا: "طاء" سے طورِ سینا اور "سـین" سے سـکندریہ اور "میم" سے مکہ مراد ہے۔ (نور الثقلین)

📖 آنحضـرتﷺ نے یہ بھی فرمایا: "طاء" سے شـجرہ طوبٰی اور "سـین" سـے سـندرۃ المنتہٰی اور "میم" سـے محمد مصـطفٰی مراد ہیں۔ (نورالثقلین)

✏ سـورہ طٰہٰ (20) کے بعد یہ تین سـورتیں: شـعراء (26)، نمل (27)، قصـص (28) "طاء" سـے شـروع ہوتی ہیں۔ اور تنزیلی چاہے ترتیبی اعتبار سے یہ تینوں ایک ساتھ ہیں۔

اور سورہ طٰہٰ میں ہی یہ خیال پیش کیا گیا تھا کہ حروفِ مقطعات میں جب جب "طا" آیا ہے، شجرہ طوبٰی/burning bush کے واقعے کا ذکر ضرور ہوا ہے۔

📖 یہ سورہ ۲۲۷ آیات پر مشتمل ہے اور کوفی قرآئت کے مطابق طٰسٓمٓ ایک آیت ہے۔ کوفی قرائت کی سند امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے ملتی ہے اس لیے یہ قرائت مستند ہے۔ (کوثر)

✎ سورہ اعراف میں اور اس سورہ کی شروعات میں ڈاکٹر اسرار احمد نے اس بات کو واضح کیا کہ مکی سورتوں میں دو سورتیں بڑی ہیں، ایک سورہ اعراف، دوسری سورہ شعراء۔ آیات کی تعداد کی حساب سے یہ سورہ سب سے بڑی ہے (227)۔ پر اس کی آیات چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اور حجم کے حساب سے سورہ اعراف سب سے بڑی ہے (مکی سورتوں) میں۔ (کہ اس کے صرف 11 رکوع ہیں، اور سورہ اعراف کے 24۔ مصحف میں یہ 14 صفحات میں آجاتی، اور سورہ اعراف 34 صفحات پر)

(حوالہ بیان القرآن/اسرار احمد)

📖 اس سورت کا نام مومن شعرا کے وصف اور یہودی شعرا کی مذمت میں آخری چار آیات کی وجہ سے شعراء نام رکھا گیا اور اس نام سے معروف ہوئی ہے۔ اس سورت کا دوسرا نام طسم ہے۔ (تفسیر نور)

📖 اس سورت میں سرنوشت اور سرگذشت انبیاء جیسے حضرت موسٰی، ابراہیم، نوح، لوط، اور صالح، ہود اور شعیب (علیہم السلام) اور ان کے ساتھ قوموں کا ایسا ضدی کردار بیان گیا ہے، ہر قصے کے آخر میں فرمایا ہے۔ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ٨ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ٩ لہٰذا یہ آیت 8 بار تکرار ہوئی ہے تاکہ نبی کریمﷺ کا حوصلہ بڑھایا جاسکے اور اللہ اپنے نبی سے کہتا ہے کہ مکہ کے لوگوں کی ضد کی وجہ سے پریشان نہ ہو کیونکہ سارے نبی ایسے ہی افراد کے درمیان گرفتار ہوئے ہیں۔ ان کی قوموں میں بھی ایسے لوگ تھی۔ (تفسیر نور)

وقت نزول

📖 پھر اس میں وہ آیت بھی موجود ہے جس سے معلوم ہوجاتا ہے، یہ بھی ابتدائی چار سالوں کی سورت ہے... اور اس کی ایک حکمت جو میری سمجھ میں آتی ہے، اس کے علاوہ ہوسکتا ہے کوئی اور بڑی حکمت ہو جس تک میری رسائی نہیں ہوئی ہے، ... کہ ایک ہی مضمون کی سورتیں مسلسل چلتی رہیں تو ہوسکتا ہے طبیعتِ انسانی جو ہے کچھ دلچسپی میں کمی واقع ہوجائے، تو وہ انداز بدلتا ہے... (ڈاکٹر اسرار احمد)

✎ آیت 214 میں دعوتِ ذولعشیرہ کا واقع کا ذکر ہے جو ٹیکٹنیکلی بعثت کے فورً بعد کا واقع ہوسکتا... کیونکہ سیرتِ رسول کی کتابوں میں درج ہے کہ، نبیﷺ کی بعثت کے بعد پہلا فوکس صرف عزیز و اقارب تھے... اور عام اعلان تین سال بعد کیا گیا۔
مزید تفصیل آیت 213 کے ضمن میں، انشاء اللہ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

1۔ طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾

طٰسٓمّٓ

ط س م

- حروف مقطعات کا تفصیلی تعارفی معلومات "سوہ ن قلم" کے آخر میں درج کیا گیا ہے۔

- اور حرف "ط"پر روشنی سورہ "طٰہٰ" میں ڈالی گئی ہے۔ یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ جب کوئی سورہ "ط" سے شروع ہوتی تو حضرت موسٰی علیہ السلام کا ذکر لازمی ہوتا جس میں ان کا کوہِ طور پر، طیب وادی طوٰی میں شجرہ طوبٰی، کے پاس اللہ سے ہم کلام ہوکر فرعون کے دربار میں جاکر مکالمہ کا ذکر آتا ہے۔
اس لیے یہ حرف "ط" حضرت موسٰی علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت بھی اوپر نقل کی گئی کہ "مجھے الواحِ موسٰی سے طہ اور طواسین عطا کی گئی۔

ویسے حرف "ط" کی شکل ایک سانپ کے پھن ﷺ کے جیسے بھی ہے، جیسا کہ کچھ مفسرین کا خیال ہے، اس وجہ سے بھی یہ حرف خاص ہے۔ (واللہ اعلم)

"سین"

س، سین مطلب ستون/کھنبا، سپورٹ/مدد، کِلی۔

(ویلیو 60، ش- 300)

Samekh (Phoenician *sāmek* ; Hebrew *samekh* סָמֶךְ, Syriac *semkaṯ*) is the fifteenth letter of the Semitic abjads, including the Hebrew alphabet.

The Phoenician letter may continue a glyph from the Middle Bronze Age alphabets, either based on a hieroglyph for a tent peg or support, possibly the *djed* "pillar" hieroglyph[*clarification needed*][1] (c.f. Hebrew root סמך s-m-kh 'support', סָמֶךְ semekh 'support, rest', סוֹמֵךְ somekh 'support peg, post', סוֹמְכָה somkha 'armrest', סָמוֹכָה smokha 'stake, support', indirectly *s'mikhah* סמיכה; Aramaic סַמְכָא samkha 'socket, base', סְמַךְ smakh 'support, help'; Syriac ܣܡܟܐ semkha 'support').

The Phoenician letter gave rise to the Greek xi (Ξ),[3] whereas its name may also be reflected in the name of the otherwise unrelated Greek letter sigma.

The Syriac letter *semkaṯ* ܣܡܟܬ develops from the Imperial Aramaic "hook" shape into a rounded form by the 1st century. (Semetic ABJD)

(یہ شکل عربی کی الٹی س ہے)

"میم"

م: میم مطلب پانی ، (نیومیرکل ویلیو – 40)

Mem is believed to derive from the Egyptian hieroglyphic symbol for water,

which had been simplified by the Phoenicians and named after their word for “water”, *mem* ( ), ultimately coming from Proto-Semitic (Wikipedia)

2۔ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ﴿۲﴾

یہ کتابِ مبین کی آیتیں ہیں۔

(اظھر)

📖 تکرار، تربیت کا أصـول ہے۔ یہ آیت "تلک أیٰت الکتٰب المبین" سـورہ یوسـف، قصـص اور شـعراء میں حروف مقطعات کے بعد تکرار ہوئی ہے۔ (تفسیر نور)

3۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾

شاید آپ (اس غم میں) جان ھے دیں گے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاۓ۔

(محمد حسین نجفی)

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا ٦ (کھف، 18:6)

4۔ اِنۡ نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ﴿۴﴾

اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایک ایسی آیت نازل کردیں کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔

(اظھر)

📖 ایمـان، اختیـاری اور انتخـابی ہونـا چـاہیے، اجبـاری نہیں۔ "فظلـت اعناقھم لھا خٰضعین۔ (نور)

5۔ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ ذِکۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہُ مُعۡرِضِیۡنَ ﴿۵﴾

اور ان کے پاس رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ لوگ اس سے اعراض کرنے والے ہی ہوتے ہیں۔

(اسرار احمد)

مَا يَأۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ ذِكۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ مُّحۡدَثٍ اِلَّا اسۡتَمَعُوۡهُ وَهُمۡ يَلۡعَبُوۡنَۙ ۲ (انبياء، 21:2)
وَمَا تَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ٤ (انعام، 6:4)

مُحۡدَثٍ :جدید تازہ کو کہتے ہیں۔ یہاں کلام اللہ کے مخلوق، غیر مخلوق ہونے میں ایک کلامی بحث ہے... (کوثر)

اَ لْحِدِيْثُ۔ قدیم کی ضـــد ہے۔ نئی بات۔ ابن فارس نے لکھا ہے کہ اس کے بنیادی معنی عدم سے وجود میں آنے کے ہیں۔ حَوَادِثُ ۔ نئے نئے واقعات جو سامنے آتے رہیں۔ (مفہوم القرآن)

لغوی اعتبار سے "قرآن" "حدیث" ہے۔ جیسا کہ اوپر کی آیت واضح کرتی ہے۔ یعنی یہ اللہ کا وہ "نیا کلام" ہے جو پرانے کلاموں (توریت، انجیل) کے بعد آیا۔

اور قرآن کئی دوسری آیات نے خود قران کو حدیث کہا بھی ہے۔

فَذَرۡنِي وَمَن يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الحَدِيثِ (قلم، 68:44) (اس حدیث کو جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو)

اَفَبِهٰذَا الحَـــدِيثِ اَنتُم مُّدهِنُونَ (واقعہ، 56:81) "تو کیا تم اس حدیث سے انکار کرتے ہو۔"

اس مناسبت سے ہر نئیں چیز (حدیث) بُری نہیں ہوتی، اور ہر پرانی چیز ضروری نہیں کہ اچھی ہو۔

کہتے ہیں: "ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔" (لقمان، 31:21)، (زخرف، 43:22)

📖 انســان کو پرانی روش اور طریقے پر اس طرح نہیں چمٹا رہنا چاہیے کہ اگر کوئی نئی بات ســنے اگرچہ حق ہی کیوں نہ ہو، اس کا انکار کردے، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ "ذکر... مُحدث... عنہ مُعرضین۔ (نور)

📖 یہ آیت اس بات کی محکم دلیل ہے کہ قرآن حادث ہے قدیم نہیں ہے۔ بلکہ یہ خدا کا فعل ہے جس کا اس کی ذاتی صــفات ذات ســے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس کا فعل جو حکم و مصــالح کی بناء پر کبھی صـــادر ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ کمال لا یخفی۔ (فیضــان الرحمٰن)

6- فَقَدۡ كَذَّبُوۡا فَسَيَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ‏ ﴿۶﴾

تو اب جبکہ وہ جھٹلا چکے ہیں تو عنقریب ان تک پہنچ جائیں گی خبریں اس چیز کی جس کا یہ لوگ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(اسرار احمد)

📖 اس آیت میں پیشــگوئی فرمائی کہ یہ مرحلہ اب آنے والا ہے۔ دنیا کا عذاب بدر میں پیش آیا اور آخرت کا عذاب ان کا مقدر ہے۔ (کوثر)

7- اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلَى الۡاَرۡضِ كَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ زَوۡجٍ كَرِيۡمٍ‏ ﴿۷﴾

کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کس طرح عمدہ عمدہ چیزیں اُگائی ہیں۔

(علامہ جوادی)

وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىۡءٍ--- (انعام، 6:99)

اور وہی تو ہے جو آسمان سے مینھ برساتا ہے۔ پھر ہم ہی (جو مینھ برساتے ہیں) اس سے ہر طرح کی روئیدگی اگاتے ہیں۔ پھر اس میں سے سبز سبز کونپلیں نکالتے ہیں۔ اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں۔ اور نہیں بھی ملتے۔ یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور (جب پکتی ہیں تو) ان کے پکنے پر نظر کرو۔ ان میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (قدرت خدا کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔

وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ٤ (رعد، 13:4)
اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت۔ بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں (باوجود یہ کہ) پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے۔ اور ہم بعض میوؤں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں۔ اس میں سمجھنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (زمر، 39:62)
اللہ ہر چیز کا خالق ہے، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (یونس، 10:31)
پوچھو: کون ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟
کون ہے جو سماعت و بصارت کا مالک ہے؟
...وہ کہیں گے: "اللہ"، تو کہہ دو: "پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟

چونکہ مشرکین اللہ کو خالق سمجھتے ہیں، رازق نہیں سمجھتے۔ زمین سے اُگانے میں اس بات پر ایک واضح دلیل موجود ہے کہ رزق دینا تخلیق سے جدا عمل نہیں ہو سکتا۔ رزق دینا بھی ایک تخلیقی عمل ہے۔ اللہ دانے کا سینہ چاک کر کے زمین سے ہر قسم کا سبزہ اگا کر رزق دیتا ہے جو ایک تخلیق ہے۔ ...
چنانچہ زمین سے ہر عمدہ چیز کا اگانا یا ہر جفت کا اگانا جہاں اللہ کی خلاقیت پر دلالت کرتا ہے وہاں اللہ کی ربوبیت پر بھی دلالت کرتا ہے۔ کائنات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ (کوثر)

معجزہ معجزہ کرنے والے ایک نظر بصیرت کی اٹھا کر دیکھیں تو ہر روز وہ کئی معجزات دیکھتے ہیں۔ بیج سے درخت کا نکلنے سے لے کر، آسمان سے پانی برسنے تک، ... قدرت کے بے شمار معجزات ہر روز ہر لمحہ ہو رہے ہوتے ہیں، سائنس یہ تو بتاتی ہے کہ ایسا کیسے ہوتا ہے، پر یہ بتانے سے قاصر ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے، بھلا ان چھوٹی چیزوں (جیسے بیج) یا بے جان چیزوں جیسے ہوا، مٹی، پانی

کو یہ علم کس نے دیا کہ ایسا ہونا ہے، ان کا یہ کام ہے جو ان کو کرنا ہے؟

اللہ کی قدرت کی نشانیاں قرآن میں ہرجگہ (بے شمار) ہیں، کچھ کچھ تو پوری کی پوری سورتیں اس ٹاپک پر ہیں (جیسے سورہ رعد، سورہ روم...) جن کی چند مثالیں اگلی آیت کے ضمن میں نقل کی جاتی ہیں۔

8۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾

یقیناً اس میں نشانی ہے، پر ان کے اکثر مومن نہیں۔

(اظہر)

- ان سے کہیے کہ ذرا گھومو پھرو زمین میں اور دیکھو کس طرح اللہ نے پہلی بار پیدا کیا (عنکبوت، 29:20)

- اور اگر تم ان سے پوچھو کس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ کہو ، الحمدللہ ، مگر ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔(عنکبوت، 29:63)

- وہ زندہ کو مردے میں سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ میں سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے اور اسی طرح تم لوگ بھی نکالے جاؤ گے (روم، 30:19)

- اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ، پھر یکایک تم بشر ہوکر پھیلتے جا رہے ہو۔ (روم، 30:20)

- اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ (روم، 30:21)

- کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے ؟ درحقیقت اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہو (لقمان، 31:31)

9- وَ اِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۹٪﴾

اور بے شک تیرا رب ہی بڑا غالب ہے، رحیم ہے۔
(اظھر)

📖 اَلْعِزُّ ۔ قوت ۔ شدت۔ غلبہ۔ رفعت اور حفاظت کو کہتے ہیں۔ لہٰذا عَزَّةَ یَعِزُّہ کے معنی ہیں کسی پر غالب آجانا۔ قرآن کریم میں خدا کے لیے الْعَزِیْزُ آیا ہے۔ [2:129]۔ یعنی کائنات میں غلبہ و اقتدار صرف اسی کے قانون کو حاصل ہے اور کوئی طاقت ایسی نہیں جو اس کے قانون پر غالب آسکے۔ (لغات القرآن)

📖 یہاں ایک نکتہ لائقِ توجہ ہے کہ قرآن میں عام طور پر العزیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دوسرا صفاتی نام الحکیم آتا ہے‘ مگر اس سورت میں الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ کی تکرار ہے۔ دراصل اس کا مقصود یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ ”العزیز“ ہے یعنی زبردست طاقت کا مالک ہے‘ وہ جو چاہے کرے مگر ساتھ ہی ساتھ وہ نہایت مہربان ‘ شفیق اور رحیم بھی ہے۔ (اسرار احمد)

✎ اس مفہوم میں قرآن کی مندرجہ ذیل آیت واضح طور پر بیان کرتی:

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۹۸ (مائدہ، 5:98)

جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے اور یہ کہ اللہ غفور اور رحیم بھی ہے۔

✎ ٹوٹل 60 مرتبہ لفظ "العزیز" آیا ہے، (اللہ کے ناموں کے حساب سے، جبکہ 4 مرتبہ "عزیزِ مصر" کے لیے بھی سورہ یوسف میں آیا ہے)

✎ لگ بھگ آدھی مرتبہ (29 بار) "العزیز الحکیم" آیا ہے، باقی بار "العزیز" کے ساتھ کچھ اور اسم لگ کر آئے ہیں۔ جیسے

العزیز العلیم، العزیز الحمیـد، العزیز الوھـاب، العزیز الغفـار، العزیز الجبار، القوی العزیز...

✎ **اور "العزیز الرحیم" اس سورہ شعراء میں ریپیٹ ہوتا ہے، اور اس کے علاوہ قرآن میں دیگر مقامات پر غالباً 13 مرتبہ "العزیز الرحیم" آیا ہے۔**

- **بِنَصۡرِ اللّٰهِ‌ؕ يَنۡصُرُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُۙ ٥ (روم، 30:5)**
- **ذٰلِكَ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُۙ ٦ (سجدہ، 32:6)**
- **تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِۙ ٥ (یٰس، 36:5)**
- **اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰهُ‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ٤٢ (دخان، 44:42)**

حضرت موسیٰ علیہ السلام

10۔ وَ اِذۡ نَادٰی رَبُّکَ مُوۡسٰۤی اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۰﴾

اور (وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم قوم کے پاس جاؤ۔

(اظھر)

📖 **جناب موسیٰؑ کا قصہ درج ذیل مقامات پر گزرچکا ہے،**

سورہ اعراف آیت 103 تا 127

سورہ یونس آیات 75 تا 92

سورہ بنی اسرائیل آیات 10 تا 104

اور سورہ طہ آیات 9 تا 179....

تکرار کی بعض مفسرین نے بعض وجو بیان کی ہیں:

جناب موسٰیؑ کی پوری زندگی (بچپن، جوانی اور بڑھاپا) عبرتوں کا مرقع ہے۔ اور پیغمبر اسلامﷺ اور دوسرے اہل ایمان کے لئے تسکین و تسلی کا موجب ہے، پیدا ہوتے ہی سمندر کی موجوں کے حوالے کر دئیے جاتے ہیں، پھر فرعون کے گھر میں پلتے ہیں، پھر دیس سے بے دیس ہوجاتے ہیں، اور درختوں کے پتوں سے گزر بسر کرتے ہیں۔ پھر جناب شعیب کے ہاں بکریاں چراتے ہیں۔ واپسی پر خدا کی ہم کلامی سے مشرف ہوتے ہیں، اور پھر فرعون جیسے دعویدار خدائی کے دربار میں دعوت حق کا فریضہ ادا کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور بنی اسرائیل جیسی اکھڑ مزاج قوم کی ہدایت پر مامور ہوتے ہیں۔ اور چالیس سال تک غیرب الوطنی کی مشکلیں جھیلتیں ہیں، مگر عزم و استقلال میں فرق نہیں آیا اور کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتے ہیں۔ تو ان حالات میں ان کے قصص و حکایات کا بالتکرار بیان نہ کیا جائے تو اور کس کا ذکر کیاجائے؟ (فیضان الرحمٰن بحوالہ تفسیر کاشف ج5، بذیل آیت 9، از سورہ طہ)

✎ **میرے نزدیک اس کی ایک وجہ وہ روایت ہے کہ "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوچکا اس امت میں بھی ہوکر رہے گا۔" اور اللہ تعالٰی نے سورہ مزمل میں قرآن کی آیت میں بتا دیا کہ (یہ نبی موسٰی جیسا) "جس طرح ہم نے فرعون کے پاس (موسٰی کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا تھا (اسی طرح) تمہارے پاس بھی رسول بھیجا ہے... (مزمل/15).**
اور یہ اس لیے تاکہ ہم حضرت موسٰی علیہ السلام ان کے اہلبیت و اصحاب اور ان کی امت کے کردار کو دیکھ کر ہم خود اپنے نبی اکرمﷺ کے اور ان کے اہلبیت و أصحاب اور خود ہم (امت) اپنے کردار کو مواخذہ کر سکیں اور سمجھ سکیں، اور حقیقت کا ادراک کر سکیں،

کہ پہلے کیا ہوا اور اب کیا ہورہا۔ (اس لیے قرآن میں انبیاء میں سب سے زیادہ ذکر حضرت موسٰی علیہ السلام کا ہے۔)

⇦ یعنی جس نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو سمجھ لیا، اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی سمجھ لیا۔ (اور جس نے بنی اسرائیل کا کردار دیکھ لیا، پھر کسی حد تک وہ ہمارے لیے بھی مثل آئینہ ہیں۔)

11- قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۔اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿١١﴾

(یعنی) قومِ فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟

(اظهر)

📖 اس سورت میں سات مرتبہ یہ جملہ تکرار ہوا ہے کہ "الا یتقون"... (تفسیر نور)

12- قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾

اس نے عرض کیا ”اے میرے رب ، مجھے خوف ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلا دیں گے۔

(فی ظلال القرآن)

13- وَ يَضِيْقُ صَدْرِيْ وَ لَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ﴿١٣﴾

اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی پس تو ہارون کے پاس پیغام بھیج دے ۔

(وحیدالدین)

✐ ظاہری الفاظ تو یہی کہہ رہے کہ "ہارون کی طرف بھیج". کچھ مفسرین نے یہی مفہوم نکالا کہ رسالت کا کام ہارون علیہ السلام کی طرف بھیجیں. (جیسے "فی ظلل القران: "آپ ہارون کی طرف رسالت بھیجیں.")

اور کچھ دوسروں نے کچھ اس طرح مفہوم نکالا: کہ ہارون کو "بھی" میرے ساتھ بھیجیں... (جیسے "بلاغ القران": سو تو ہارون کو (پیغام) بھیج (کہ میرا ساتھ دیں))

✐ ظاہری الفاظ پہلے مفہوم کی طرف دلالت کرتے. پر دوسرے مفہوم کی تائید میں سورہ قصص کی آیت آتی:

وَ اَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ (28:34)
اور میرا بھائی ہارون وہ مجھ سے زیادہ فصیح ہے زبان میں، پس تو اس کو میرے ساتھ مدد گار کی حیثیت سے بھیج کہ وہ میری تائید کرے میں ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلادیں گے۔

✐ بائیبل کی مناسبت سے پہلا مفہوم آیا ہے۔

10“Please, Lord,” Moses replied, “I have never been eloquent, neither in the past nor since You have spoken to Your servant, for I am slow of speech and tongue.”

11 And the Lord said to him, “Who gave man his mouth? Or who makes the mute or the deaf, the sighted or the blind? Is it not I, the Lord? 12 Now go! I will help you as you speak, and I will teach you what to say.”

13 But Moses replied, “Please, Lord, send someone else.”

14 Then the anger of the Lord burned against Moses, and He said, “Is not Aaron the Levite your brother? I know that he can speak well, and he is now on his way to meet you. When he sees you, he will be glad in his heart. (Exodus, Ch. 4)

📖 10لیکن موسیٰ نے کہا، ”میرے آقا، مَیں معذرت چاہتا ہوں، مَیں اچھی طرح بات نہیں کر سکتا بلکہ مَیں کبھی بھی یہ لیاقت نہیں رکھتا تھا۔ اِس وقت بھی جب مَیں تجھ سے بات کر رہا ہوں میری یہی حالت ہے۔ مَیں رُک رُک کر بولتا ہوں۔11 “رب نے کہا، ”کس نے انسان کا منہ بنایا؟ کون ایک کو گونگا اور دوسرے کو بہرا بنا دیتا ہے؟ کون ایک کو دیکھنے کی قابلیت دیتا ہے اور دوسرے کو اِس سے محروم رکھتا ہے؟ کیا مَیں جو رب ہوں یہ سب کچھ نہیں کرتا؟ 12اب جا! تیرے بولتے وقت مَیں خود تیرے ساتھ ہوں گا اور تجھے وہ کچھ سکھاؤں گا جو تجھے کہنا ہے۔“

13لیکن موسیٰ نے التجا کی، ”میرے آقا، مہربانی کر کے کسی اَور کو بھیج دے۔“

14تب رب موسیٰ سے سخت خفا ہوا۔ اُس نے کہا، ”کیا تیرا لاوی بھائی ہارون ایسے کام کے لئے حاضر نہیں ہے؟ مَیں جانتا ہوں کہ وہ اچھی طرح بول سکتا ہے۔ دیکھ، وہ تجھ سے ملنے کے لئے نکل چکا ہے۔ تجھے دیکھ کر وہ نہایت خوش ہو گا۔

27رب نے ہارون سے بھی بات کی، ”ریگستان میں موسیٰ سے ملنے جا۔“ ہارون چل پڑا اور اللہ کے پہاڑ کے پاس موسیٰ سے ملا۔ اُس نے اُسے بوسہ دیا۔ 28موسیٰ نے ہارون کو سب کچھ سنا دیا جو رب نے اُسے کہنے کے لئے بھیجا تھا۔ اُس نے اُسے اُن معجزوں کے بارے میں بھی بتایا جو اُسے دکھانے تھے۔

29پھر دونوں مل کر مصر گئے۔ وہاں پہنچ کر اُنہوں نے اسرائیل کے تمام بزرگوں کو جمع کیا۔ 30ہارون نے اُنہیں وہ تمام باتیں سنائیں جو رب نے موسیٰ کو بتائی تھیں۔ اُس نے مذکورہ معجزے بھی لوگوں کے سامنے دکھائے۔ 31پھر اُنہیں یقین آیا۔ اور جب اُنہوں نے سنا کہ رب کو تمہارا خیال ہے اور وہ تمہاری مصیبت سے آگاہ ہے تو اُنہوں نے رب کو سجدہ کیا۔ (خروج، باب 4)

✎ **دوسری بات: اگرچہ حضرت موسٰی علیہ السلام رسالت سے سرفراز کیا۔ چاہتے تو خود سے اپنے ہمراہ حضرت ہارونؑ کو ساتھ لے لیتے سپورٹ کے طور پر۔ پر انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ اللہ سے**

سفارش کی کہ (یا تو صرف انہیں کو بھیجیں نہیں تو کم سے کم) ان کو بھی میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیجیں۔

اب جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی مشہور حدیث ہے (حدیث منزلت کے نام سے)۔ کہ: "أنتَ مِنّی بِمَنزلةِ هارونَ مِنْ مُوسی، اِلّاأنّہ لانَبی بَعدی"۔اے علی! تمہارے لئے میرے نزدیک وہی منزلت ہے جو ہارون کے لئے کو موسیٰ کے نزدیک تھی، سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (حدیث منزلت)
منطقی طور پر یہ بات کلیئر ہوجاتی ہے کہ امام علی کی سپورٹ نبی اکرمﷺ کے لیے بھی عین اللہ ہی کے طرف سے تھی۔ (یعنی ایسا مقام جو اللہ دے ، نہ کے بندے خود سے اختیار کرلیں۔

✎ یہ تو منطقی/عقلی بات تھی ورنہ نقلی دلیل بھی اس سورۃ کی آیت 192: وَاِنَّه لَـتَنزِيلُ رَبِّ الۡعٰلَمِينَؕ ۱۹۲۔ (یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے) کے ضمن میں تفسیر نورالثقلین میں مرقوم ہے:

📖 بصائرالدرجات میں ابی محمد سے منقول ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا ولایت کو جبرئیل، رب العالمین کی طرف سے لے کر غدیر کے دن نازل ہوئے تھے؟
امام علیہ السلام نے جواب میں درج بالا آیت پڑھی۔
تفسیر علی بن ابراہیم میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ ولایت کو بھی غدیر کے دن جبرئیل لے کر نازل ہوئے تھے۔

اصــول کافی کی ایک روایت میں بھی اســـی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر نورالثقلین، ج6، ص 318، اردو)

ضیق صدر، شرح صدر

📖 وَ یَضِیقُ صَدرِی :ضیق صدر کا مسئلہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی پیش آیا تھا۔ فرمایا:
وَ لَقَد نَعلَمُ اَنَّکَ یَضِیقُ صَدرُکَ بِمَا یَقُولُونَ ﴿ ۱۵ حجر: ۹۷﴾
اور بتحقیق ہمیں علم ہے کہ یہ جو کچھ کہ رہے ہیں اس سے آپ یقینا دل تنگ ہو رہے ہیں۔ (کوثر)

📖 قَالَ رَبِّ اشرَح لِی صَدرِیۙ ﴿ۙ۲۵﴾ (طہ، 20:25)
وَ یَسِّر لِی اَمرِی ﴿ۙ۲۶﴾ (طہ، 20:26)
موسیٰ نے کہا: میرے رب! میرا سینہ کشادہ فرما، اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں فرمایا:
اَلَم نَشرَح لَکَ صَدرَکَ (۹۴الشرح: ۱)
کیا ہم نے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا۔
دوسری جگہ فرمایا:
اَفَمَن شَرَحَ اللّٰہُ صَدرَہٗ لِلاِسلَامِ فَہُوَ عَلٰی نُورٍ مِّن رَّبِّہٖ (۳۹ زمر: ۲۲)
کیا وہ شـخص جس کا سـینہ اللہ نے اسـلام کے لیے کھول دیا ہو اور جسے اپنے رب کی طرف سے روشنی ملی ہو۔۔ (کوثر)

14- وَ لَهُمۡ عَلَیَّ ذَنۡۢبٌ فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ ﴿ۚ۱۴﴾

اور میرے اوپر ان کا ایک جرم بھی ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کردیں گے۔

(وحیدالدین)

لِّیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکَ وَیَهۡدِیَکَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ۙ ۲
(فتح، 48:2)

مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی قتل ہوگیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل سورۃ القصص میں آئے گی۔ اگرچہ یہ قتل عمدا نہیں بلکہ قتل خطا تھا' لیکن تھا تو بہر حال قتل۔
(اسرار احمد)

اب قتل کس نوعیت کا تھا یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ہمیں بتا دیا۔ پر اُس موقع محل کے حساب سے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب قتل کا الزام لگا اور معلوم ہوا کہ لوگ انہیں اس قتل کی وجہ سے مارنے چاہتے ہیں تو وہ مصر سے نکل گئے۔ اس ہجرت سے لے کر واپس فرعون کی طرف جانے تک، قرآنی آیت (سورہ قصص، 28:27) کی روشنی کےمطابق 8 سے 10 سال لگے ہوں گے، جیسا کہ حضرت شعیب نے اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کرنے کی یہ شرط رکھی تھی۔ (پر اس صورت میں کہ وہ شادی کے فورا بعد وہاں سے نکل کر کسی دوسری جگہ پہنچے۔)۔ اور بائیبل کی روشنی میں حضرت موسیٰ 40 سال بعد واپس آئے۔ (Act of Apostles)

پر قابلِ غور بات یہ ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی وہ ایک عام قبطی کا قتل، ایسے شخص کے ہاتھوں جو خود فرعون کے دربار میں مثل بیٹے کے پلا بڑھا تھا، پرانہ نہیں ہوا۔ اب تک حضرت موسٰی علیہ السلام اس خوف میں ہے کہ وہ ان کو اس جرم میں قتل نہ کردیا جائے گا۔ (یا فرعون کے پاس قانون اتنا سخت تھا، یا خاص بنی اسرائیلیوں پر وہ اتنا سخت تھا کہ جس کو دربار میں خود پال پوس کر بڑا کیا، اس کے لیے بھی کوئی معافی نہیں۔)

اَلذَّنَبُ۔ دُم۔مُسْتَذْنِبٌ ۔اس شخص کو کہتے ہیں جو اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے ر ہے۔ اَلذِّنَابُ۔ ہر چیز کا پچھلا حصہ... چونکہ دُم ہمیشہ جانور کے پیچھے لگی رہتی ہے اس لیے ان اتہامات کو بھی ذُنُوْبٌ کہا جا سکتا ہے جو یونہی کسی کے پیچھے چپکا دئے جائیں ۔ بعض لوگ اپنے آپ کو، ازرہ کسر نفسی، مُذْنِبْ (عاصی پر معاصی وغیرہ) کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ذنب یا گناہ،حکومت خداوندی کے جرم کوکہتے ہیں۔ جب ہم اپنے آپ کو "مجرم" کہنا پسند نہیں کرتے تو مذنب یا عاصی وغیرہ کیوں کہلوائیں؟ اگر ہم سے واقعی کوئی جرم صادر ہو گیا ہے تو اس پر ہمیں ندامت ہونی چاہئے، نہ کہ اسے اپنے لیے نشان امتیاز یا پہچانے جانے کی علامت قرار دے دیا جائے۔ (لغات القرآن/علامہ غلام احمد پرویز)

مختصرا لغوی اعتبار سے "ذنب" کی ایک معنٰی "پیچھا کرنا"، "پیچھے آنا" بھی ہے پھر اس آیت کا ایک ترجمہ اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ "اور وہ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، پس مجھے خوف ہے کہ مجھے قتل نہ کردیں۔"

اور اس طرح "ذنب" کی معنٰی "گناہ" یا "جرم" کٹ جاتا ہے۔ (یعنی یہ سوچ کہ حضرت موسٰی علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی پر "گناہ" یا "جرم" کا اطلاق کیسے کیا جائے؟)

15۔ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾

فرمایا ہرگز نہیں! تم دونوں ہماری نشانیوں کے ساتھ جاؤ یقیناً ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔

(اظهر)

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ ٤٢ (طه)

تو تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

"قال كلا" (کہا نہیں)۔ اس "نہیں": کو پچھلی دو آیتوں میں کہی گئی باتوں میں کم سے کم تین باتوں کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے۔ کہ "نہیں، وہ تمہیں قتل نہیں کر سکیں گیں۔"

کہ "نہیں، تم پر ان کا کوئی جرم نہیں۔"

کہ "نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہارون کو تمہارے بجائے بھیجوں۔"

قال کلا، کے بعد آگے کا لفظ "فاذہبا" (تم دونوں جائو)، اس آخری مفہوم کی طرف زیادہ دلالت کرتا کہ، جب حضرت موسٰی نے "حضرت ہارونؑ کو بھیجنے کی درخواست کی" تو اللہ نے "کہا نہیں" (بلکہ) تم دونوں جائو۔

اسی مقام پر حضرت موسٰی علیہ السلام کے حوالے سے ایک اور بات بھی آتی ہے جو سورہ طٰہٰ میں مذکور ہے۔

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۱۳ (طہ)

اور میں نے تم کو چن لیا ہے پس جو وحی کی جارہی ہے اس کو سنو۔

- وَاصطَنَعتُكَ لِنَفسِیۚ ٤١ (طٰہ)

اور میں نے تم کو اپنے (کام کے) لئے بنایا ہے

- اِذهَب اَنتَ وَاَخُوكَ بِاٰيٰتِی وَلَا تَنِيَا فِی ذِكرِیۚ ٤٢

تو تم اور تمہارا بھائی دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

دربارِ فرعون

16۔ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾

وہ آئے فرعون کے پاس اور (دونوں نے) کہا: ہم رب العالمین کے رسول ہیں۔

(محمد سرور - انگلش)

اس آیت کا ترجمہ زیادہ تر نے حکمیہ انداز میں کیا ہے کہ:

"فرعون کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں رب العالمین کے رسول ہیں۔"

پر اس آیت کا ترجمہ اگر ماضی میں کیا جائے:

یعنی "پس وہ آگئے فرعون کے پاس اور کہا یقیناً ہم رسول ہیں رب العٰلمین کے... کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔17"

پھر آیت 18 سے ڈارئیکٹ فرعون مخاطب ہورہا ہے... اس طرح فرعون کی ڈائریکٹ مخاطب ہونے والی بات زیادہ تسلسل میں آجاتی ہے۔

جبکہ حکمیہ ترجمہ میں، آیت 15 کا ترجمہ "تم دونو جاؤ"، اور آیت 18 سے منظر بالکل بدل جاتا ہے کہ پھر فرعون ڈائریکٹ مخاطب ہوجاتا۔ یعنی یہ دونوں پہنچ گئے، فرعون کو اپنا مدعا سنا دیا، اور فرعون کیا کہتا ہے... وہاں سے بات شروع ہوتی۔

اس لیے پاسٹ ٹینس میں ترجمہ کرنا شاید زیادہ موزوں ہو، جس کہ انگلش میں محمد سرور نے کیا۔

"They came to the Pharaoh and said, "We are the Messengers of the Lord of the Universe." – Muhammad Sarwar

17۔ اَنۡ اَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۱۷﴾

کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے ۔

(حسین نجفی)

📖 اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنیادی مقصد بنی اسرائیل کو فرعون کی اسارت سے نجات دلانا تھا۔ (کوثر)

✎ اگرچہ عموماً دین کی تبلیغ/دعوت ہر نبی کی اولین ذمہ داری ہوسکتی ہے۔ پر اللہ تعالٰی جس کو جو کام سونپے پھر اسکو پوری طرح سے بجا لانا اس کا بنیادی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ جسکو سرانجام دینا اس کو ہر حال میں کرنا ہوتا ہے۔ اگرچہ دین کی تبلیغ انہوں نے فرعون کے دربار میں جاکر کرلی (کیونکہ فرعون اگر ایمان لے آتا تو پھر پورا مصر ہی ایمان لے آتا)۔ اور ہر ایک بندے کے پاس جانا اس لیے بھی ضروری نہیں تھا کہ سب مصری فرعون کے ماتحت اور اس کے سحر/دبدبے میں گرفتار تھے، فرعون ایسے کسی کو مسلمان ہونے نہیں دیتا پر جادگروں کی طرح ان کے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی چڑھادیتا۔

18۔ قَالَ اَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا وَّ لَبِثۡتَ فِیۡنَا مِنۡ عُمُرِکَ سِنِیۡنَ ﴿۱۸﴾

(فرعون نے) کہا کیا ہم نے تجھے بچپن میں اپنے درمیان نہیں پالا تھا اور تو عمر کے کئی سال ہم میں رہا۔

(اظھر)

📖 یہ قرآن کا خاص اسلوب ہے کہ کوئی واقعہ بیان کرتے ہوئے اس کی غیر ضروری تفاصیل چھوڑ دی جاتی ہیں۔ چناچہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر پہنچنے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے دربار میں جا کر اسے دعوت دینے سے متعلق تمام تفصیلات کو چھوڑ کر فرعون کے جواب کو نقل کیا گیا ہے۔ (اسرار احمد)

📖 پہلے احسان کرنا اور پھر جتلانا یہ مستکبرین کا شیوہ ہے۔ "الم نُربک فینا"۔ (نور)

📖 سورۃ الاعراف کی آیات 104 ' 105 کے ذیل میں یہ وضاحت آچکی ہے کہ یہ وہ فرعون نہ تھا جس کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پرورش پائی تھی' بلکہ یہ اس کا بیٹا تھا۔ زیر مطالعہ آیت کے اسلوب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر یہ وہی فرعون ہوتا تو کہتا کہ میں نے تجھے پالا پوسا ' لیکن یہ کہہ رہا ہے کہ تو ہمارے ہاں رہا ہے اور ہم نے تیری پرورش کی ہے۔ (اسرار احمد)

19۔ وَ فَعَلۡتَ فَعۡلَتَکَ الَّتِیۡ فَعَلۡتَ وَ اَنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹﴾

اور تم نے اپنا وہ فعل کیا جو کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو۔

(وحیدالدین)

📖 وَ اَنۡتَ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ :اور تو کفران نعمت کرنے والوں میں سے ہو گیا ہے۔ آج نبوت کا دعویٰ کرتا ہے؟ کافر، یہاں کفران نعمت کے معنوں میں ہے۔ بعض کے نزدیک دین فرعونی کے منکر ہونے کی وجہ سے فرعون کے دین کا کافر کہا ہے۔ (کوثر)

✏ فرعون کا پہلا داؤ، اُن کی ذات کے اوپر تھا، احسان جتلاتے ہوئے، کہ ہم نے تجھے پالا پوسا، بلکہ عمر کا ایک بڑا حصہ ہمارے درمیان ہی گزارا ...یہاں تک نہیں، بلکہ اس کےبعد تو نے وہ کام بھی کیا (کہ تو بنی اسرائیلی ہوتے ہوئے ہمارے ایک مصری کو مار دیا)... تو بڑا ناشکرا ہے۔

✏ جس بات کا حضرت موسٰی علیہ السلام کو خوف تھا وہ بالآخر سامنے آہی گیا۔

➢ ڈاکٹر اسرار احمد کہتے ہیں، یہ اُس فرعون کا بیٹا تھا جو حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ پلا بڑھا تھا۔ یعنی مثل بھائی تھا۔ تبہی ان کو پہلی فرصت میں قتل نہیں کیا۔

پر سوال یہ ہے کہ یہ کیسا "بھائی" تھا جو کئی سال (اسرائلیات کے مطابق، 40 سال) گزرنے کے بعد بھی اُس ایک حادثاتی قتل کو ابھی تک نہیں بھولا، اور احسان جتلا رہا کہ کیا ہم نے تجھے اپنے محل میں پال پوس کر بڑا احسان نہیں کیا... دوسری بات وہ اس ایک فرد کی حادثاتی قتل کو بھی نہیں بھولا۔ یہ کیسا بھائی تھا جس کے خوف سے حضرت موسٰی اب تک مصر واپس آنے سے کتراتے رہے۔

🕯 اس لیے یہ اللہ کا موسٰی علیہ السلام پر کرم تھا جس کی وجہ سے فرعون موسٰی کو قتل نہ کرپایا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا: اِنَّا مَعَکُمۡ

مُّستَمِعُونَ﴿۱۵﴾(میں تمہارے ساتھ ہوں اور سب سن رہا ہوں۔)۔
ورنہ بھائی وائی والی محبت کچھ نہیں تھی۔

✎ فرعونی سنت: (جیسا کہ اسرائیلیات کے مطابق) اُس وقت بنی اسرائیل پر بڑا ظلم ہورہا تھا، ان سے محنت مزدوری مشقت والا کام لیا جا رہا تھا (اپنے بڑے بڑے احرام بنانے کے لیے)، ان کی حالتِ زیست پر کسی کو فکر نہ تھی، کئی لوگ روزانہ کے بنیاد پر مر جاتے تھے۔ بھوک افلاس، مشقت، اور بلندی سے گِر کر وغیرہ۔۔۔
پر مصریوں کا اپنا ایک بندہ اتنا عزیز تھا، کہ محل میں رہنے والے ایک "شہزادے" کے ہاتھوں اگر ایکسیڈینٹلی مرگیا تو اس موت کو 40 سال گزرنے کے بعد بھی اُسے یاد دلایا جارہا۔ (ہمارہ ایک بندہ تونے مار دیا)
یعنی ایک قسم سے وہاں امیری غریبی (Bourgeois vs Proletarian) والا قانون روا تھا، یعنی مصری اونچی کلاس کے لوگ تھے، کوئی انہیں ٹچ بھی نہیں کر سکتا، اور بنی اسرائیلی کمینے لوگ تھے، کہ روز کتنے مرتے ہیں کسی کو کوئی پرواہ نہیں تھی۔
یعنی جہاں جہاں یہ نظام ہو، یہ امیروں/اشرافیوں کے لیے الگ قانون ہو (قانون سے بالادستی)، اور غریبوں کے لیے الگ، تو سمجھ لینا چاہیے وہ فرعونی فسادی نظام ہے۔
جب تک کسی معاشرے کا اعلٰی ترین رتبے پر فائز بندہ، اس کے کم ترین رتبے والے بندے کے "قانونی طور" پر برابر نہیں ہوجاتا، وہ معاشرہ نہ عدل پر قائم ہے، اور نہ ہی "اسلامی" ہے۔

اور اس کے برخلاف جس معاشرے امیر غریب سب برابر ہوں، وہ ملک نام کا "اسلامی" بھلے ہو نہ ہو، پر عملی طور پر اسلامی ضرور ہے۔

20۔ قَالَ فَعَلۡتُہَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿ؕ۲۰﴾

(موسیٰ نے) کہا: ہاں میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جب میں راستہ سے بھٹکا ہوا تھا۔

(حسین نجفی)

📖 اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ :توجیہ یہ تھی کہ یہ کام مجھ سے سرزد ہوا، یہ عمداً نہ تھا بلکہ ایک خطا تھی۔ گھونسا قتل کی نیت سے نہ تھا بلکہ صرف دفاع یا تنبیہ کے لیے تھا جس کا نتیجہ قتل پر ختم ہوا۔ اس کا میں نے قصد نہیں کیا تھا۔ مِنَ الضَّآلِّیۡنَ کی تفسیر بعض نے من الجاہلین کی ہے کہ اس اقدام کے نتیجے کا مجھے علم نہ تھا۔ (کوثر)

📖 لفظ ”الضّال“ کے دو مفاہیم کے بارے میں سورۃ الفاتحہ کے مطالعے کے دوران وضاحت کی جا چکی ہے۔ اس لفظ کے ایک معنی تو راستے سے بھٹک جانے والے اور غلط فہمی کی بنا پر کوئی غلط راستہ اختیار کرلینے والے کے ہیں ‘ لیکن اس کے علاوہ جو شخص ابھی درست راستے کی تلاش میں سرگرداں ہو اس پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے اور اسی مفہوم میں یہ لفظ سورۃ الضحیٰ کی اس آیت میں حضور ﷺ کے لیے استعمال ہوا ہے : وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی کہ ہم نے آپ ﷺ کو تلاش حقیقت میں سرگرداں پایا تو راہنمائی فرما دی! (اسرار احمد)

✎ یہ آیت ایک بہت بڑی اُتساہ، حوصلہ افزائی ہے ہم میں سے ہر ایک کے لیے۔ کہ ہم میں سے ہر کوئی پیدائشی دودھ سے دھلا نہیں ہوتا۔ زندگی کا ایک لمحہ ایسا ضرور گزرتا ہے کہ بندہ کہہ سکتا ہے کہ اُس وقت وہ "ضالین" میں سے تھا۔

(اگرچہ حضرت موسٰی علیہ السلام بھی پیدائشی رسول تھی، کہ ولادت سے ہی ان کے ساتھ ایسے واقعات رونما ہوئے جو ایک حساب سے معجزاتی طور آنے والی نسلوں کے لیے درس و حکایت بنے۔ پر اللہ کے رسول ایک عام زندگی گزار کر یہ ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ ان کو یہ رسالت ایویں گفٹ نہیں تھی، بلکہ انہوں نے اپنے سیرت، علم و عمل سے اس کو earn کیا ہے۔ پھر وہی زندگی دوسرے انسانوں کے لیے اسوہ حسنہ بھی بنتی ہے۔)

(اگر ایک سخت بات بولی جائے تو) اللہ کی ذات تو وہ ہے جو قاتل کی خطا کو بھی معاف کر کے اُسے اپنا رسول بنا سکتی ہے! (اگر وہ خود کو ثابت کر دکھائے)

پر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو فرعون کی طرح ہمیشہ بندے کو اُس کا بُرا ماضی ہی یاد دلاتے رہتے ہیں۔ "اچھا تو، آج کل بڑا نیک بنا پھرتا ہے، یاد نہیں کل تک تو یہ کام کیا کرتا تھا۔"

ایسے موقع پر بندے کے سہارے کے لیے یہ آیت آجاتی ہے، "ہاں میں نے کیا اُس وقت جب میں ضالین میں سے تھا۔" پر اللہ تعالٰی مجھے سیدھا راستا دکھایا، قرآن کی طرف ہدایت کی، اور اُمید کرتا ہوں کہ وہ مجھے معاف کردے گا، کہ وہ غفور و رحیم ہے۔ اور اپنی طرف رجوع کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

21۔ فَفَرَرۡتُ مِنۡکُمۡ لَمَّا خِفۡتُکُمۡ فَوَہَبَ لِیۡ رَبِّیۡ حُکۡمًا وَّ جَعَلَنِیۡ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۲۱﴾

پھر میں تم سے فرار ہوگیا جب تم سے خوف محسوس کیا پھر میرے رب نے مجھے حکم عطا کیا اور مجھے رسولوں میں سے بنایا۔

(اظھر)

فرعون احسان جتلا کر یہ کہہ رہا تھا، تجھے ہم نے پالا، پھر تم نے ہمارا بندہ بھی ماردیا... اب بھی تمہیں شرم نہیں آتی ہے، ہمارا نمک کھا کر ہماری ہی نمک حرامی کرتے ہو، اور اب سینہ تان کر ہمارے خلاف بات کر رہے ہو۔

حضرت موسٰی علیہ السلام اس آیت کے ضمن میں کچھ یہ جواب تھا۔ بندہ تو غلطی سے مر گیا تھا، پر تم نے اس معاملے میں مجھے کونسی رعایت دے رکھی تھی؟ تم نے بھی تو بغیر میری بات سنے میرا قتل کا پروانہ فورًا جاری کردیا.... حتٰی کہ مجھے اس خوف سے فوراً فرار ہونا پڑا۔

فَفَرَرتُ مِنکُم لَمَّا خِفتُکُم :اس سے معلوم ہوا کہ جب جان کا خطرہ ہے تو ہر وسیلے سے اپنی جان بچانی چاہیے، اگر جان دینے میں اپنے مشن اور اپنی امت کی مصلحت نہ ہو۔ (کوثر)

یہ ان دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، جو روایات میں امام علی علیہ السلام نے خود بتائی کہ انہوں نے تلوار کیوں نہیں اٹھائی۔

حکم سے مراد نبوت نہیں ہو سکتی چونکہ قرآن میں حکم اور نبوت جدا ذکر ہوا :اٰتَینٰہُمُ الکِتٰبَ وَ الحُکمَ وَ النُّبُوَّۃَ .... (۶ انعام: ۸۹) (کوثر)

22۔ وَ تِلۡکَ نِعۡمَۃٌ تَمُنُّہَا عَلَیَّ اَنۡ عَبَّدۡتَّ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ﴿۲۲﴾

رہا تیرا احسان، جو تم مجھ کو جتا رہے ہو جبکہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنارکھا ہے۔

(فی ظلل القرآن، وحیدالدین، جوناگڑھی)

📖 تیرے گھر میں پرورش پانے کی نوبت خود تیرے ظلم و ستم کی وجہ سے آئی کہ میری والدہ نے تیرے ہی خوف سے مجھے دریا میں ڈال دیا تھا ورنہ اپنے اسی گھر میں پرورش پاتا۔

اس غلام بنانے کا احسان جتاتے ہو۔ غلام بنانا ظلم ہے، احسان نہیں۔ (کوثر)

📖 ان الفاظ کے تیور بتا رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ترکی بہ ترکی جواب دے رہے تھے کہ اپنے محل میں ایک اسرائیلی بچے کی پرورش کرنے کا تمہارا احسان کیا تمہیں یہ جواز فراہم کرتا ہے کہ تم پوری بنی اسرائیل قوم کو اپنا غلام بنائے رکھو؟ میری پرورش کرنے کا کارنامہ تو تمہیں ہر وقت یاد آگیا لیکن میری قوم کو جو تم نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑرکھا ہے' اس کا کوئی تذکرہ تم نے نہیں کیا۔ (اسرار احمد)

✎ فرعون نے جو دو ذاتی داؤ کھیلے۔ کہ پہلے ان کی پرورش کا احسان، اور پھر قتل ۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے دوسری بات پہلے کیلیئر کردی کہ وہ مجھ سے نادانستی میں ہوگیا (جو خود میرے اوپر ایک بوجھ تھا اور جس کی وجہ سے میں تمہارے خوف سے یہاں سے فرار ہوگیا۔ (کیونکہ تم نے بھی بغیر سنے مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا)

اور رہا تیرا احسان میری پرورش کا، وہ پرورش نہ تھی بلکہ غلامی تھی (تم نے مجھے غلام ہی بنا رکھا تھا، اگر مجھے اپنوں میں سے سمجھتے تو یہ نوبت نہ آتی کہ مجھے فرار ہونا پڑتا۔) بہرحال میری پرورش کی نوبت بھی اسی وجہ سے آئی کہ تم نے بنی اسرائیلیوں کو غلام بنا رکھا ہے۔ ایک تو ظلم کرتے ہو پھر اس ظلم کو احسان کہتے ہو (یعنی جیسے کسی سے سارا دن مزدوری کرواؤ اور بدلے میں دو وقت کی روٹی دے دو، اور کہو کہ شکر کرو تمھیں ہم دو وقت کی روٹی دیتے ہیں ورنہ تو بھوکا مر جاتا!)، یہ ہے تیرا وہ احسان؟

یہ دلیلیں سن کر فرعون ہکا بکا رہ گیا، اور اسکی اپنے ہی سرداروں کے درمیان بولتی بند ہوگئی۔ اس لیے اُس نے اچانک ٹاپک چینج کردیا۔

وما ربُ العٰلمین؟

23۔ قَالَ فِرۡعَوۡنُ وَ مَا رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۳﴾

فرعون نے کہا اور یہ رب العٰلمین کیا ہے؟

(اظھر)

قَالَ فَمَنۡ رَّبُّکُمَا یٰمُوۡسٰی ۴۹ (طه ، 20:39)

حضرت موسٰی علیہ السلام دل ہی دل میں سوچا ہوگا، اب آیا نا تو اصل ٹاپک پر... میں تو پیغام ہی یہی لایا تھا، اچھا ہوا تم نے خود ہی پوچھ لیا۔

24۔ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ﴿۲۴﴾

فرمایا: وہ آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ دنوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین رکھنے والے ہو۔

(اظهر)

ہر کسی کا کام نہیں کہ وہ اس سارے جہان کے بنانے والی ہستی کا ادراک کرسکتا ہو۔ "ان کنتم موقنین"۔ اہل یقین جب بھی آسمان اور زمین کی خلقت کے بارے غور و فکر کریں تو اللہ کی ربوبیت یعنی اس کے رب ہونے کو سمجھ لیں گے۔ (تفسیر نور)

25۔ قَالَ لِمَنۡ حَوۡلَہٗۤ اَلَا تَسۡتَمِعُوۡنَ ﴿۲۵﴾

(فرعون نے) اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے کہا "سُنتے ہو؟"

(فی ظلل القرآن)

فرعون کو اب کوئی معقول دلیل نہ بن پڑی تو اس بات کو مزاحیہ رخ دینا چاہا، کہ اس طرح بات کو دلیل سے ثابت کرنے کے بجائے، تمسخر کر کے ہوا میں اڑا دیا جائے۔

ہمیں اس مکالمے میں فرعون کے انداز سے سبق سیکھنا چاہیے کہ جب فریقِ اول دلیل سے بات کرے، اور مخالف دلیل کے بجائے مذاق اڑائے تو سمجھ لینا چاہیے یہ فرعونی انداز (نمبر 3) ہے۔
کہ پہلے ذات پر حملہ کیا جائے، پھر احسان جتایا جائے، اور جب کچھ نہ بن پڑے تو مذاق اڑایا جائے۔

26- قَالَ رَبُّكُمۡ وَ رَبُّ اٰبَآئِکُمُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۲۶﴾

(موسیٰ) کہا کہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے آباء و آجداد کا بھی رب ہے۔

(اسرار احمد+)

27- قَالَ اِنَّ رَسُوۡلَکُمُ الَّذِیۡۤ اُرۡسِلَ اِلَیۡکُمۡ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۲۷﴾

”(فرعون نے حاضرین سے) کہا ” تمہارے یہ رسول صاحب جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، بالکل ہی پاگل معلوم ہوتے ہیں۔“

(فی ظلل القرآن)

كَذَٰلِكَ مَا أَتَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ سوره الذاريات(51:52)

یہ مذاق اڑانے کا دوسرا حربہ تھا، ایک طرف "رسول" کہہ کر خطاب کر رہے (یعنی تمسخرانہ انداز میں)، اور اپنے ہی حاضرین / یعنی دربار کے وزراء / سرداروں اور عوام (اگر حاضر تھی) کو بھی مخاطب کر کے کہہ رہے، دیکھو یہ ہیں "رسول" جو "تمہاری" طرف بھیجے گئے ہیں... مجنون سے ہیں، بہکی بہکی باتیں کرتیں ہیں.

"مجنون" کا خطاب حضرت موسٰی علیہ السلام کو بھی ملا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی.

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا ٱلَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ ٱلذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ

اور وہ کہتے ہیں: "اے وہ شخص جس پر ذکر (قرآن) نازل ہوا، یقیناً تُو پاگل ہے!"

- وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ (سبا: 46)

"تمہارا ساتھی (محمد ﷺ) ہرگز مجنون نہیں ہے"

كَذَٰلِكَ مَا أَتَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ سوره الذاريات(51:52)

28۔ قَالَ رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَ مَا بَیۡنَہُمَا ؕ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴿۲۸﴾

(حضرت موسیٰ نے) فرمایا وہ رب ہے مشرق و مغرب کا اور جو کچھ دونوں کے درمیان ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو۔

(اظھر)

- حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر اپنا تبلیغی پیغام جاری رکھے تھے۔

تم نے ایک بار پوچھ لیا "رب العٰلمین" کیا ہے... تو اب سنتے جاؤ.

اور ہر بار "ان کنتم موقنین" (اگر تم یقین رکھتے ہو)، "ان کنتم تعقلون" (اگر تم عقل رکھتے ہو)... کا suffix ضرور لگا رہے ہیں. اگر "رب" کو سمجھنا تو اپنا "یقین" استعمال کرو، اپنی "عقل" استعمال کرو.

(فرعون جو بک رہا بکنے دو)

آج کے دور تک کچھ لوگ (ملحدین) ایسی ہی باتیں بولتے رہیں گے۔ پر بالآخر تمہیں اگر "رب" کو جاننا ہے تو اپنے اندر پہلے جھانک کر اپنی یقین سے پوچھو، اپنی عقل سے پوچھو۔

29۔ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذۡتَ اِلٰـہًا غَیۡرِیۡ لَاَجۡعَلَنَّکَ مِنَ الۡمَسۡجُوۡنِیۡنَ﴿۲۹﴾

(فرعون) کہنے لگا سن لے! اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا۔

(جوناگڑھی)

- فرعون اگرچہ مذاق، حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کا بنانا چارہا تھا، پر وہ خود ہی مذاق بنتا جا رہا تھا۔

فرعون نے جب دیکھا، بات میرے ہی خلاف ہوتی جارہی ہے، تو اس نے اپنی اصـل رگ دکھا دی، کہ اپنی اسـتبدادیت کو ظاہر کیا، اپنی Dictatorship پر آگیا، اس لیے اب ڈائریکٹ دھمکی پر اتر آیا۔

✎ یعنی یہ چوتھا فرعونی انداز ہے: (1) ذات پر حملہ کرنا، (2)احسـان جتلانا، (3)مذاق اڑانا، (4) اور پھر دھمکی دینا...

🕮 حضـرت موسـیٰ علیہ السـلام لفظ رب اسـتعمال کرتے ہیں۔ فرعون جواب میں لفظ الٰہ (معبود) استعمال کرتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ رب ہی معبود ہوتا ہے۔ (کوثر)

🕮 اس کیفیت میں اس نے گرجتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دھمکی دی‘ مگر یہ قتل کے بجائے صـرف جیل میں ڈالنے کی دھمکی تھی۔ اس سـے یوں لگتا ہے جیسـے ابھی تک فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کوئی نرم گوشہ موجود تھا اور یہ بالکل فطری بات تھی‘ کیونکہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بچپن کا ساتھی تھا۔ دونوں اکٹھے کھیلے اور ایک ساتھ پلے بڑھے تھے۔ حضـرت موسیٰ علیہ السلام عمر میں بڑے ہونے کی وجہ سے اس کے بڑے بھائی کی طرح تھے۔ (اسرار احمد)

✎ اللہ تعالٰی ڈاکٹر اسـرار احمد کی مغفرت فرمائے، پر یہ ڈاکٹر اسـرار احمد کی بڑی عجیب بات ہے کہ وہ حضـرت موسٰی علیہ السلام اور فرعون کے درمیان "بھائی" کے رشـتے کی نسـبت دیتے اور ان کی

طرف "نرم گوشـــہ" ہونے کا اظہار کرتے۔ (یہ بات انہوں نے ســـورہ اعراف آیت 127 میں بھی کہی ہے)

- اب اس بات میں چند خامیاں پائی جاتی ہیں:

1. ایک: تو اللہ تعالٰی فرعون کو اپنا دشمن کہتا ہے:

يَاخُذهُ عَدُوٌّ لِّی وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۔(طه، 20:39)
"اٹھا لے گا اس کو میرا دشمن اور اس (بچے) کا دشمن)

ثُمَّ بَعَثنَا مِنۢ بَعدِهِم مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَا اِلٰى فِرعَونَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوا بِهَا ۚ فَانْظُر كَيفَ كَانَ عَاقِبَةُ المُفسِدِيۡنَ ١٠٣ (اعراف، 7:103)
"پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس، مگر انھوں نے ہماری نشانیوں کے ساتھ ظلم کیا پس دیکھو کہ مفسدوں کا کیا انجام ہوا"

اِذهَب اِلٰى فِرعَونَ اِنَّه طَغٰى ٢٤(طه، 20:24)
"جائو فرعون کی طرف کہ یقیناً وہ سرکش ہوگیا ہے۔"

اِذهَبَا اِلٰى فِرعَونَ اِنَّه طَغٰى ۚ ٤٣(طه، 20:43)

جو اللہ کا دشمن ہو، وہ پھر کسی رسول کا بھائی کیسے!؟

2. دوسری بات: جب دین پر بات آتی تو اللہ تعالٰی رشتہ داری کا خیال نہیں کرتا۔ جیســـے ســـورہ ھود میں حضـــرت نوحؑ اپنے بیٹے کی سفارش کرتے اور کہتے اللہ تعالٰی یہ میرا "اہل بیت" میں سے ہے۔ اللہ تعالٰی کہتے: نہیں ہے۔

"جواب میں ارشاد ہوا”اے نُوح ؑ ، وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے، وہ تو ایک بگڑا ہُوا کام ہے، لہٰذا تُو اُس بات کی مجھ سے درخواست نہ کر جس کی حقیقت تُو نہیں جانتا ، میں تجھے نصیحت کر تا ہوں کہ اپنے آپ کو جاہلوں کی طرح نہ بنا لے۔" (ھود، 11:46)

3. **تیسری بات: خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدشہ تھا کہ وہ انہیں قتل کردیں گے۔ (وہ جس دربار میں رہ کر آئے تھے، وہاں کے لوگوں، اور وہاں کے بادشاہوں کے مزاج کو اچھے سے جانتے تھے، تبھی فوراً فرار ہوگئے، اور تبھی (10 سال یا 40 سال) کبھی واپس نہیں آئے۔**

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ قَتَلۡتُ مِنۡہُمۡ نَفۡسًا فَاَخَافُ اَنۡ یَّقۡتُلُوۡنِ(قصص، 28:33)
(موسیٰ نے) کہا اے پروردگار اُن میں کا ایک شخص میرے (ہاتھ) سے قتل ہوچکا ہے سو مجھے خوف ہے کہ وہ (کہیں) مجھ کو مار نہ ڈالیں۔

پر فرعون یہ کام کرنے سے قاصر رہا، کیونکہ اللہ نے چاہا! (یہ اللہ کی منشا تھی) جیسا کہ اللہ تعالٰی کہتے ہیں:

قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَاۤ اَسۡمَعُ وَاَرٰی ٤٦ (طه، 20:46)
"فرمایا : ” ڈرو مت ‘ میں تمہارے ساتھ ہوں ‘ سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔"

اللہ کی توفیق سے فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نقصان نہیں پہنچا پایا۔ ورنہ حضرت بھائی والی ہمدردی کوئی نہیں تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بس ایک ہی بھائی تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام۔

30۔ قَالَ اَوَ لَوۡ جِئۡتُکَ بِشَیۡءٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳۰﴾

فرمایا اگرچہ میں تیرے پاس ایک روشن چیز لے آؤں؟

(احمد علی)

اب یہ چیز فرعون نے expect نہیں کی تھی۔ فرعون اگر اب تک ٹیڑا ہوکر ٹیک لگائے بیٹھا تھا تو اب وہ یہ بات سن کر سیدھا ہوگیا ہوگا۔

اس بات سے فرعون کو پریشانی ہوئی ہو گی چونکہ وہ سر عام اس چیلنج کو رد نہیں کر سکتا تھا۔ (کوثر)

31۔ قَالَ فَاۡتِ بِہٖۤ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ﴿۳۱﴾

(فرعون نے) کہا "اچھا تو لے آ اگر تو سچا ہے"۔

(فی ظلل القرآن)

32۔ فَاَلۡقٰی عَصَاہُ فَاِذَا ہِیَ ثُعۡبَانٌ مُّبِیۡنٌ ﴿ۚۖ۳۲﴾

پس (موسیٰ علیہ السلام نے) اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا وہ اسی وقت واضح (طور پر) اژدھا بن گیا۔

(طاہرالقادری)

واضح رہے کہ سورۃ طٰہٰ کی آیت 20 میں عصا کی تبدیلِ ہیئت کے لیے ”حَیَّۃٌ“ کا لفظ استعمال ہوا ہے ‘ جس کے معنی عام سانپ کے ہیں اور یہ اس وقت کا ذکر ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وادئ طویٰ میں پہلی بار اس کا تجربہ کرایا گیا تھا۔ جبکہ فرعون کے دربار میں وہ ”ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ“ یعنی واضح طور پر ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا تھا۔ (اسرار احمد)

ہوسکتا حضرت موسٰی علیہ السلام کے سامنے، عصا نے "حیہ" کی شکل اختیار کی ہو، تاکہ وہ زیادہ خوفزدہ نہ ہوں، پر جب فرعون کے سامنے عصا نے جو شکل بدلی تو "ثعبان مبین" کی شکل اختیار کرلی، کسی بہت بڑے سانپ/اژدھے کی، جس کے بزرگی کے لیے "مبین" کی صفت اور اضافہ کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

33۔ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیۡضَآءُ لِلنّٰظِرِیۡنَ ﴿۳۳﴾

اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تو یکایک وہ دیکھنے والوں کے لیے چمک رہا تھا۔

(وحیدالدین)

وَاضۡمُمۡ یَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ تَخۡرُجۡ بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ اٰیَةً اُخۡرٰیۙ ۲۲ (طه، 20:22)

عصاء موسٰی کا اژدھا بن جانا 10 مرتبہ اور ہاتھ کا نورانی ہونا 5 مرتبہ قرآن میں آیا ہے۔ (تفسیر نور)

اب تو بہت بڑی دلیلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لی۔ اور دلیلیں بھی وہ جو مصری تہذیب میں خدائوں سے منسلک بہت بڑی چیز سمجھی جاتی تھی، یعنی سانپ اور روشنی (سورج)... اب فرعون کیا چال چلے، حضرت موسٰی کو غلط اور نیچا دکھانے کے لیے؟

علیم / جادوگر

34۔ قَالَ لِلۡمَلَاِ حَوۡلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیۡمٌ ﴿۳۴﴾

(فرعون نے) اپنے ارد گردسرداروں سے کہا یقیناً یہ بڑا علم والا جادوگر ہے۔

(اظھر)

✎ علیم کا ترجمہ یہاں ساحر کی مناسبت سے عموماً مترجمین نے "ماہر" ، "ہوشیار" ، یا "دانا" کا کیا گیا ہے۔ پر علیم سے ایک اشارہ ان باتوں کی طرف بھی ہوسکتا ہے جو حضرت موسٰی علیہ السلام نے ان معجزوں کو دکھانے سے پہلی کی تھی (یعنی رب کی ڈیفینیشن بیان کرتے ہوئے)۔ اور فرعون دونوں باتوں کو ایک ہی جملے میں تردید کرنا چاہتا تھا۔ یعنی کہنا چاہتا تھا، یہ (موسٰی) بڑا علیم بھی بن کر آیا ہے، اور بڑا جادوگر بھی۔

📖 عَلِیْمٌ کی جمع عُلَمَاءُ یعنی گہرا اور پختہ علم رکھنے والے۔ عربوں کے نزدیک عِلْمٌ کا درجہ معرفت اور شعور سے زیادہ بلند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے عِلْمٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ معرفت یا شعور کا نہیں۔ چنانچہ خدا کو عَالِمٌ یا عَلِیْمٌ کہہ سکتے ہیں، عَارِفٌ (معرفت رکھنے والا) یا شَاعِرٌ (شعور رکھنے والا) نہیں کہ سکتے۔ عِلْمٌ اور مَعْرِفَةٌ میں (ان کے نزدیک) ایک فرق یہ بھی ہے کہ مَعْرِفَت کسی چیز کے آثار و قرائن میں غور و فکر کر کے اس کا ادراک کرنے کو کہتے ہیں لیکن علم کے لیے یہ ضروری نہیں۔ ثانیا معرفت کا لفظ بیشتر اس موقع پر استعمال ہوتا ہے جب کوئی چیز ادراک کے بعد دھیان سے نکل جائے اور پھر دوبارہ اس کا ادراک ہو، لیکن عِلْمٌ میں یہ صورت نہیں ہوتی**(تاج)۔ (اس علم کی مثال جو تدبیر و تفکر سے حاصل نہیں ہوتا وحی ہے۔ [42:52]۔ قرآن کریم نے [2:7] سمع، بصر اور قلب کو حصول علم کے ذرائع قرار دیا ہے (جو ایمان تک پہنچنے کا ضروری ذریعہ ہے۔ دوسرے مقام پر قَلْبٌ کی جگہ فَؤَادٌ بھی کہا ہے[17:36] ***(قلب اور فؤاد کے فرق

کے لئے ف ۔ أ ۔ د کا عنوان دیکھئے)۔ اس میں علم بذریعہ حواس (Perceptual Knowledge)اور بذریعہ تصورات (Conceptual) دونوں آ جاتے ہیں۔ اور فُؤَادٌ کی نسبت سے اس میں احساسات بھی آجاتے ہیں۔ (دیکھئے عنوان ف ۔ أ ۔ د)۔ لیکن چونکہ علم اس وقت عِلْمٌ کہلاسکتا ہے جب وہ یقین کے درجے تک پہنچ جائے اس لیے قرآن کریم نے وحی کو عِلْمٌ کہا ہے اور اس کی ضد کو اَھْوَآءَ [2:120]۔ یعنی انسان کے خود ساختہ تصورات یا جذباتی عقیدت مندیاں جن کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل وہ برہان نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم خارجی کائنات کے متعلق علم حاصل کرنے پر بڑا زور دیتا ہے۔

اس لیے کہ اس علم کی بنیادی دلائل و براہین اور حقائق و شواہد پر ہوتی ہے۔ جذباتی عقیدت مندی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ وہ اپنے ہر دعوے کو دلیل و برہان کے زور پر پیش کرتا ہے [4:175]۔ اور ان دعاوی سے انکار کرنے والوں سے بھی دلائل و براہین طلب کرتا ہے [27:64]۔

"اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا کرتا اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے ؟ اور کون تم کو آسمانوں اور زمین سے رزق دیتا ہے ؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے ؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو"(27:64)

اسے اپنے دعاوی کی محکمیت پر اتنا یقین ہے (اور یقین علم سے پیدا ہوتا ہے) کہ وہ ان دعاوی سے انکار کرنے والوں کے متعلق علانیہ کہہ دیتا ہے کہ وہ ان کی تردید میں کوئی برہان پیش نہیں کر سکتے [23:117]۔

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے ‘ جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کی پاس ہے۔ (23:117)

اَ لْعَلَمُ وَالْعَلَامةُ ۔ایسی نشانی جس سے کوئی شے پہچانی جا سکے۔ دوکھیتوں کے درمیان جو ڈول بنا دی جائے*(تاج)، اسی طرح ریگستانوں یا دوسرے راستوں میں راہ کی پہچان کے لیے جو چیزیں کھڑی کر دی جاتی تھیں انہیں بھی عَلَامةٌ یا عَلَمٌ کہتے تھے*(تاج)۔ بڑے اور لمبے پہاڑ کو بھی عَلَمٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع َالْاَعْلَامِ ہے [55: 24] اور جھنڈے کو بھی اس لیے عَلَمٌ کہتے ہیں کہ اس سے ایک جماعت دوسری کو پہچانتی ہے۔

اسی سے عَالَمٌ ہے (جس کی جمع عَالَمِیْنَ ہے) ۔ یعنی وہ شے جس کے ذریعے کسی چیز کا علم حاصل کیا جائے۔ چونکہ خدا کا علم ،کائنات کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اس لیے ساری کائنات عَالَمٌ کہلائی جانے لگی۔ نیز کائنات کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں میں سے ہر ایک بھی عَالَمٌ کہلائے گا۔ مثلاً عالم انسان۔ عالم ماء۔ عَالِمِ نَار وغیرہ ۔ اسی لیے نسل یا قوم کو بھی عَا لَمٌ کہا گیا ہے۔ (اور قرن اور صدی کو بھی)۔ قرآن کریم نے عَا لَمِیْنَ کو اکثر اَ قْوَامٌ کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ یعنی کسی ایک زمانہ (Age) کے ہم عصر انسان۔ فَضَّلْتُکُمْ عَلَي الْعٰلَمِیْنَ [2: 47] یعنی بنی اسرائیل کو (اُس زمانے میں) ان کی ہم عصر اقوام پر فضیلت دی۔ نیز مختلف قسم کے لوگ یا دنیا بھر کے لوگ۔ [15: 70]۔ اس جہت سے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[1:1] کے معنی ، دور حاضر کی اصطلاح میں "بین الاقوامی انسانیت کی نشوونما دینے والا" بھی ہو سکتے ہیں۔ یعنی خدا کی عالمگیری ربوبیت انسانیہ ۔اور تمام کائنات کا نشوونما دینے والا بھی جس میں انسان بھی شامل ہوں گے۔

اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ اگرچہ عَا لَمٌ کا لفظ کائنات کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن اہلِ عرب ہر موجود شے مثلاً پتھر۔ مٹی کے لیے اسے نہیں بولتے بلکہ وہ اس لفظ کا اطلاق ہر ایسے جداگانہ مجموعہ پر کرتے ہیں جس کے افراد اگر عاقل نہ ہوں تو عاقل سے قریب تر ضرور ہوں۔ مثلاً عَالَمُ الْاِنْسَانِ ۔ عَالَمُ الْحَیْوَانِ یا عَالَمُ النَّبَاتِ کہہ سکتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ یہی وہ چیزیں ہیں جن میں خدا کی صفت ربوبیت کا جلوہ نظر آتا ہے کیونکہ ان اشیاء میں صفت ربوبیت کو اپنا نے کے لیے بنیادی صلاحیت موجود ہے اور یہ صفت حیوان میں نمایاں ہے۔ مثلاً زندگی ۔ غذا حاصل کرنا۔ سلسلہ تولید ۔ وغیرہ۔

قرآن کریم میں ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا [2:31].اللہ نے آدم (آدمی) کو تمام اشیائے کائنات کا علم عطا کر دیا۔ یا عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ [96:5]۔ اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔اور عَلَّمَ بِالْقَلَمِ [96:4]۔ اسے قلم سے (لکھنا) سکھایا۔ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ [55:4]۔ اُسے بولنا) اپنے آپ کوExpress کرنا (سکھایا۔ ان مقامات کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اس طرح سکھایا جس طرح ایک استاد بچے کو تعلیم دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے انسان کے اندر ان باتوں کی صلاحیت رکھ دی۔ اسے ان کی استعداد عطا کر دی۔ اس کی واضح مثال سورۃ مائدہ میں ملے گی جہاں فرمایا کہ تم اپنے شکاری کتوں کو شکار پکڑنا) سکھاتے ہو مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰهُ [5:4]۔ اس علم کی رو سے جو تمہیں اللہ نے دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کسی انسان کو شکاری کتوں کو سدھانے کا طریقہ نہیں سکھاتا۔ اس نے انسان میں اس کی استعداد رکھ دی ہے جس

ســـــے انســـــان اس عــلــم کــو خــود حــاصـــــل کــرتــا ہــے۔ لہٰذا ایک علم تو وہ ہے جو نبی کو خدا کی طرف سے براہ راست ملتا ہے۔ اسے وحی کہتے ہیں۔ اور دوسرا علم وہ ہے جس کی استعداد تمام انسانوں میں رکھ دی گئی ہے، اور جو انسان چاہے اسے حاصل کر سکتا ہے۔ قرآن کریم کے ان مقامات میں اس فرق کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ یعنی یہ فرق کہ کس مقام پر علم سے مراد وحی کا علم ہے اور کس مقام پر عام انسانی استعداد ۔ یہی فرق ایک نبی کے علم میں بھی ہوتا ہے۔ ایک علم اسے بذریعہ وحی ملتا ہے جس میں کوئی غیر از نبی شریک نہیں ہوتا۔ اور اس کا دوسرا علم انسانی استعداد ہوتی ہے جس میں اس کی حیثیت نبی کی نہیں ہوتی، بشر کی ہوتی ہے۔ یہی وہ حیثیت ہے جس میں اسے دوسروں سے مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے [3:158]۔ (لغات القرآن)

35۔ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖفَمَا ذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾

چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے ہی زمین سے باہر نکال دے ، پھر بتاؤ کیا مشورہ دیتے ہو؟

(اظھر)

قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ٥٧ (طه، 20:57)

لغوی اعتبار سے ”امر“ کے معنی حکم کے بھی ہیں اور مشورہ کے بھی' مگر یہاں یہ لفظ مشورہ کے معنی دے رہا ہے۔ فرعون کے اس فقرے سے اس کی تشویش صاف ظاہر ہو رہی ہے۔ گویا صورت حال اس کے اندازے سے کہیں بڑھ کر پیچیدہ اور گھمبیر تھی۔ (اسرار احمد)

📖 فرعون نے موسٰیؑ کے ساتھ چند طرح سے سلوک کیا:

الف: تحقیر کی۔ "قَالَ اَلَم نُرَبِّکَ فِینَا وَلِیدًا" کیا ہم نے تمہیں بڑا نہیں کیا؟

ب: مذاق اڑایا۔ "لمجنون" تو دیوانہ ہے۔

ج: دھمکایا۔ "من المسجونین" تم کو زندان میں ڈال دیں گے۔

د: جادوگری کی تہمت۔ "لسٰحر علیم" تم جادوگر ہو۔

ھ: فتنہ برپا کرنے کی تہمت۔ "یُرید ان یُخرجکم" تم فتنہ برپا کرنا چاہے ہو۔

(تفسیر نور)

📖 جھوٹ بولنا، تہمت لگانا، عوام کو دھوکا دینا یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ (تفسیر نور)

✎ یہ پانچواں فرعونی حربہ ہے۔ یعنی "جھوٹ بولنا"۔ بلکہ اس طرح جھوٹ بولنا کہ آدھے سچ کو آدھے جھوٹ کے ساتھ مخلوط کر کے پیش کیا جائے، کہ اس طرح لوگ آددھے سچ کو دیکھ کر آدھا جھوٹ بھی مان لیں گے۔ (یہ سب سے خطرناک طریقہ ہوتا ہے جھوٹ پیش کرنے کا)۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے جو سچ بات کہی تھی وہ یہ کہ "بنی اسرائیلیوں کو ہمارے ساتھ بھیج دے"۔

یعنی وہ بنی اسرائیلیوں کو لے کر خود ہی اس زمین سے نکلنا چاہتے تھے۔ پر فرعون نے یہ جھوٹ بول کر الزام لگایا کہ یہ تمہیں زمین سے نکالنا چاہتا ہیں۔ یعنی پہلی بات جو بندہ بول گیا، وہ تو بول گیا، اور اُسی بات کو ٹوڑ مروڑ کر پیش کیا جارہا۔ اب حاضرین

یہی سمجھیں، یہ ہاں کوئی بات تو موسٰی نے کی تھی "ہماری زمین سے خروج کی"، پر فرعون کا اب کی بار غلط طریقے سےپیش کرنے کے بعد بندہ شک میں پڑ جائے، اور سوچے کہ شاید یہی کی ہوگی۔ یہ ہمیں ہی ہمارے وطن سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں۔

36۔ قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَ اَخَاهُ وَ ابۡعَثۡ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ ﴿۳۶﴾

انہوں نے کہا کہ اسے اور اس کے بھائی (کے بارے) میں کچھ توقف کیجیئے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دیجیئے۔
(جالندھری)

فَلَنَاۡتِيَنَّكَ بِسِحۡرٍ مِّثۡلِهٖ فَاجۡعَلۡ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكَ مَوۡعِدًا لَّا نُخۡلِفُهٗ نَحۡنُ وَلَاۤ اَنۡتَ مَكَانًا سُوًى ٥٨ (طه، 20:58)

"ارجہ" کا صحیح ترجمہ صحیح انٹرنیشنل (انگریزی) کے حساب سے Postpone کیا گیا ہے۔ یعنی اس کام کو ابھی موخر کریں، کچھ توقف کریں...

اور اسی تناظرے میں فرعون حضرت موسٰی و ہارون علیہم السلام کو فوراً قتل بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اس طرح وہ خود اپنی ہی رعیت کے سامنے غلط ثابت ہوجاتا۔

یہ پورا معاملہ یقیناً ایک بہت بڑی پبلک کے سامنے ہورہا تھا، اگر عوام بھی موجود تھی تو ٹھیک، ورنہ فرعون کے دربار کے سارے وزراء مشیر نوکر چاکر اور فیملی میمبرس وغیرہ ضرور حاضر تھے۔

اور حضرت موسٰی علیہ السلام نے جو چیلینج ان کے سامنے رکھا تھا وہ ٹیکنیکلی اس کی seat /مرتبے کو چیلینج کر رہا تھا۔ کہ فرعون خود کو اپنے خدائوں کا بھیجا ہوا (رسول) یا avatar یا خود خدا سمجھتا تھا۔ فرعونی بادشاہوں کو یہ وہم بے جا تھا کہ وہ

سمجھتے تھے کہ ہم خدائوں کے بیٹے ہیں، اس حساب سے خود خدا ہیں، انہوں نے ہمیں پســـند کیا، ہمیں choose کیا، اس لیے ہمیں فرعون بنا کر دنیا میں بھیجا۔

اور پھر حضــرت موسٰــی علیہ الســلام فرعون کے دربار میں آکر یہ چیلینج ســامنے رکھتے ہیں کہ "رب العالمین کا بھیجا ہوا اصــل میں "میں" ہوں، تم نہیں۔ اور دلیل کے طور پر دو ایســی چیزیں دکھائی جو خود مصریوں کے نزدیک خدائوں کی نشانیاں تھیں۔ یعنی سورج کی مثل روشــنی، اور اژدھا، اور دونوں چیزیں حضــرت موسٰــیؑ کی مُٹھی میں تھے۔

اب چیلینج بہت بڑا تھا، اور ســب درباریوں کے ســامنے ہوا، اس لیے فرعون کو خود کو درســت ثابت کرنے کے لیے دلیل لانی تھی جو اس ســے بھی بڑی ہو۔ پر یہ تو ممکن نہ تھا، اس لیے اس نے پہلے حیلے بہانوں سے کام لیا، اور جادو کا الزام لگا کر معاملہ کو فی الوقت رفع دفع کیا۔

یعنی لوگوں کو یہ تاثر دیا کہ، اس کا مقابلہ مجھ سے، بہت دور کی بات ہے، فی الحال میرے ســرزمین کے جادوگروں ســے تو جیت کر دکھائے۔

(جیسے آج کل کے کچھ ملا کرتے ہیں، ہم سے مناظرہ تو دور کی بات پہلے ہمارے شاگردوں سے تو جیت کر دکھاؤ۔ اور مقابلہ کیا ہوتا ہے۔ 1۔ ذات پر اٹیک، 2۔ احسان جتلانا (اگر ہو)، 3۔ مذاق اڑانا، 4۔ دھمکانا۔ 5۔ جھوٹ کی نســبت دینا۔ اور آخر میں ان کو گمراہ، فتنہ انگیز، راہ سے بھٹکا ہوا، شر پسند، گستاخِ صحابہ، گستاخ، اہلبیت وغیرہ کے القاب سے نواز کر ہمیشہ کے لیے، ایسا کام کیا جاتا تاکہ کھلے دماغ سے کبھی ان کو سنا ہی نہ جائے۔)

✎ جب بھی دو فریق کے درمیان بحث ہو تو، اس مکالمے کو پیش نظر رکھنا چاہیے، بندے کو اپنے اندر جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ آیا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کا کردار ادا کر رہا یا فرعون کا؟
یعنی وہ حق و صداقت کی بات کر رہا ہے؟ دلیل و برہان سے بات کر رہا ہے؟ (یعنی معجزہ نہ سہی، پر اپنے دلائل کو صحیح حوالاجات سے ذکر کر رہا، قران، عقل، صحیح حدیث، ریسرچ اسٹڈی وغیرہ سے)، اور اس کا مقصد لوگوں حق کی طرف بلانا، سچ کی طرف بلانا، اور اللہ کی طرف بلانا ہے؟
یا پھر یہ کہ، پرسنل اٹیک کر رہا، مذاق اڑا رہا، دھمکا رہا، اور جھوٹے الزام لگا رہا، اور لوگوں کی دلوں میں بغض و عناد کا بیج بو رہا؟
جس کی تبلیغ خالص اللہ کی طرف بلانا ہو تو یقینا وہ سچا ہے۔ اور جس کی تبلیغ اللہ کو چھوڑ کر کس اور کی طرف دعوت دینا ہو تو ... سمجھو رانگ نمبر ہے۔

37۔ یَاۡتُوۡکَ بِکُلِّ سَحَّارٍ عَلِیۡمٍ ﴿۳۷﴾

کہ وہ ہر قسم کے ماہر جادوگروں کو تیرے پاس لے آئیں گے۔
(اظھر)

🕮 اگر ماہرین دیندار نہ ہوں تو فرعون جیسے کی خدمت میں لگ جاتے ہیں۔ "یاتوک" (تفسیر نور)

✎ فرعون نے آخری حربہ جو اپنایا اور الزام لگایا کہ یہ جادوگر ہے۔ تو فرعون کی مجلس کے Lords / ملَاَ نے بھی یہی مشورہ دیا تو ٹھیک

ہے پھر سارے ماہر جادوگروں کو بلا لیتے ہیں اور دیکھ لیتے ہیں کون بڑا جادوگر ہے...

38۔ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾

پس سب جادوگر معلوم دن کے مقررہ وقت پر جمع کرلیے گئے۔

(اظھر)

39۔ وَّ قِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾

اور عوام الناس سے کہا گیا کیا تم بھی جمع ہوگے؟

(اظھر)

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ٦٢ (طه، 20:62)

40۔ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾

کہ شاید کہ ہم جادوگروں ہی کی اتباع کریں اگر وہ غالب رہے۔

(اظھر)

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ :تاکہ ہم جادوگروں کی پیروی کریں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دربار فرعون میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے فرعونی مذہب میں تزلزل آیا تھا۔

اپنے دین کے استحکام کے لیے ان کی ساری امیدیں جادوگروں سے وابستہ تھیں۔ (کوثر)

حضرت موسٰی علیہ السلام نے جو چیلینج فرعون اور سرداروں کےسامنے رکھا وہ بہت بڑا تھا، جس سے فرعون کا تخت الٹ رہا تھا۔

(کہ میں رب العٰلمین کا رســول ہوں، جو زمین و آســمان، مشــرق و مغرب ســب کا رب ہے، میرا بھی، تمہارا بھی، بلکہ تمہارا آبا ا اجداد کا بھی... دلیل کے طور پر انہوں نے وہ معجزات دکھا دیے، جس کا انکار ناممکن تھا۔ اگرچہ حضـرت موسٰــی ان ســے کوئی تخت نہیں مانگ رہے تھے، بس بول رہے تھے مجھے بنی اســرائیل کو ســاتھ لے جانے دو۔)
پر جو متکبر ہوتا ہے وہ اتنی آسانی سے بات مان نہیں لیتا، خاص کر جب اس کے قبضے سے کوئی چیز چھینی جا رہی ہو۔

فرعون نے یہ سب یہ کہہ کر ریجیکٹ کر دیا کہ یہ جادوگر ہے۔
دربار کے ســرداروں میں ســے کچھ نے انصــاف ســے کام لیا، اور یہ مشــورہ طے پایا کہ چلو ٹھیک ہے، جادوگر تو پھر ســب جادوگروں کو جمع کرلیتے ہیں، اور مقابلہ کروا لیتے ہیں، پھر جو جیت گیا تو ہمیں اُسی کی ماننی پڑے گی۔
جـادوگروں کے جمع ہونے تـک چنـد دن گزر گئے ہوں گے، اور اس معاملہ اب تک عوام الناس میں ہلچل مچا دی ہوگی۔
اب جب جمع ہونے کا دن آگیا، تو ســرداروں نے عوام تک بات پہنچا دی کہ اگر تم بھی جمع ہورہے ہو تو جان لو کہ اگر جادوگر جیت گئے تو ہمیں جادوگروں کی اتباع کرنی ہوگی۔ (یعنی فرعون کی خدائی دونوں صـورتوں میں ہاتھ ســے نکل چکی تھی۔ یعنی damage has been done)، جادوگر جیتیں یا حضرت موسٰی فرعون تو ہار چکا تھا۔ یا موسٰی (علیہ السلام کی ماننی پڑے گی، یا جادگروں کی۔)

41۔ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَۃُ قَالُوۡا لِفِرۡعَوۡنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجۡرًا اِنۡ کُنَّا نَحۡنُ الۡغٰلِبِیۡنَ ﴿۴۱﴾

پھر جب جادوگر آئے تو فرعون سے کہا ہمارے لیے کوئی اجر ہے اگر ہم غالب رہے۔

(اظھر)

🕮 مادی اور دنیادار لوگ حتٰی عقیدے کے مسائل میں بھی پیسے کی بات کرتے ہیں۔ "فلما جاء السحرۃ قالوا لفرعون ائن لنا لاجرا" (تفسیر نور)

🕮 جادوگر اپنی فکر میں لگے ہوئے ہیں تاکہ مزدوری لے سکیں ان کا حق و باطل ہونے میں کوئی دھیان نہیں۔ "ائن لنا لاجرا"، جبکہ انبیاء نے ہر کام کے بعد یہ کہا "ما اسئلکم علیہ مِن اجر" (شعراء 109، 127، 164، 180)، لیکن جادوگر حتی چھوٹے کام کے لیے بھی اجر چاہتے تھے "لنا لاجرا" (تفسیر نور)

42۔ قَالَ نَعَمۡ وَ اِنَّکُمۡ اِذًا لَّمِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ﴿۴۲﴾

(فرعون نے کہا: ہاں ضرور! اور تم اس وقت مقرب بارگاہ ہو جاؤ گے۔

(حسین نجفی)

قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّکُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ۱۱٤ (الاعراف: آیت ۱۱۴)

🕮 بعض اوقات مقام اور منزلت، مال سے زیادہ اہم ہوجاتی ہے۔ "وانکم لَمِن المُقربین" (نور)

✎ ظاہری طور پر فرعون جادوگروں کو "مقربین" بنا کر عزت افزائی کر رہا تھا۔ پر باطنی طور پر جانتا تھا، اگر جادوگر جیت گئے تو مذہبی

طور پر لوگ جادوگروں کا رخ کریں گیں۔ پر اگر جادوگر میرے ہی دربار میں رہیں، تو پھر ہوگا وہی جو میں چاہوں گا۔ یعنی دونوں ســـورتوں میں win win۔

43۔ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ﴿۴۳﴾

موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو تمہیں پھینکنا ہے۔

(اظھر)

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۱۱۵ (اعراف، 7:115)

44۔ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ﴿۴۴﴾

پس انہوں نے ڈال دی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں اور کہا فرعون کی عزت کی قسم یقیناً ہم ہی غالب رہیں گے۔

(اظھر)

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

یہاں یہ بات حکمتی طور پر ســـمجھنا چاہیے کہ جب جب بندہ تھوڑا تکبرانا انداز سے یہ سمجھنے لگتا ہےکہ میں ہی غالب ہوں، میں سب ســـےآگے ہوں، میں نے وہ کام کیا ہے جو کســـی کی وہم و گمان میں بھی نہ ہوگا، میں تو سب سےbest of the best ہوں۔ پھر وہ جان لے کہ وہ شـکسـت خوردہ ہے، best نہیں ہے، وہ دو نمبر ہوسـکتا، یا اور پیچھے۔ یہ سوچ ہی اس کی شکست کا ضامن ہیں۔

جادوگروں کا شـروع سـے اس بات پر کافی یقین تھا کہ ہم ہی غالب ہیں، ہم جو لے کر آئے ہیں وہ کســـی کے بس کی بات نہیں۔ اور قرآن

اعتراف کرتا ہے کہ انہوں نے بڑا جادو پیش کیا: وَجَآءُو بِسِحۡرٍ عَظِيمٍ (وہ لائے عظیم جادو۔) (اعراف، 7:116)

روایات کی روشنی میں کچھ اسی طرح کا خیال حضرت موسٰی کے ذہن میں بھی آیا تھا کہ میں اللہ کا بہت پیارا ہوں، اور مجھ سے بہترین دنیا میں کوئی نہیں۔
پھر، اللہ تعالٰی حضرت موسٰی علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کی شاگردی میں دے دیا... جس کا ذکر سورہ کہف میں آئے گا، کہ پھر حضرت موسٰی جان گئے۔ (ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہے۔)
کچھ اس طرح کی ایک روایت حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی آتی ہے کہ جب ان کو اتنی طاقت مل گئی تو ایک دن خیال آیا کہ میں چرند پرند جانور جنات وغیرہ سب کا کھانے کا بندوبست کرسکتا ہے، اور ایک دن سب کو دعوت پر بلایا اور کثیر تعداد میں رزق اکٹھا کیا گیا، پر جب دعوت شروع ہوئی تو بہت بڑی سمندری مچھلی نےآکر ایک ہی bite میں سب کھاگئی۔ پھر انہوں نے جان لیا رزق دینا صرف اللہ کا کام ہے، کوئی بندہ اس کبھی یہ کام نہیں کرسکتا۔
یہ تو وہ حکمتیں ہیں جو اللہ نے اپنے پیاروں کو دکھا دی، کہ کبھی اس طرح سوچنا بھی نہیں۔ باقی عام بندوں سے ان حکمتوں سے سبق لینا چاہیے، ورنہ ضروری نہیں دنیا میں کبھی انکو آئینہ کبھی نظر آئے، پھر قیامت کے دن جب وہ آئینہ نظر آیا تو بڑی پشیمانی ہوگی۔

45۔ فَاَلۡقٰی مُوۡسٰی عَصَاہُ فَاِذَا ہِیَ تَلۡقَفُ مَا یَاۡفِکُوۡنَ ﴿۴۵﴾

پس موسیٰ نے جب عصا ڈالا تو وہ اچانک نگلنے لگا جو وہ گھڑ لائے تھے۔

(اظھر)

46۔ فَاُلۡقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیۡنَ ﴿۴۶﴾

(یہ دیکھ کر) سب جادوگر سجدے میں گر پڑے۔

(اظھر)

47۔ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۷﴾

کہا ہم ایمان لےآئے رب العٰلمین پر۔

(اظھر)

48۔ رَبِّ مُوۡسٰی وَ ہٰرُوۡنَ﴿۴۸﴾

موسیٰ و ہارون کے رب پر۔

(اظھر)

عالم سب سے پہلے ایمان لاتا

📖 جیسے ہی جادوگروں نے عصا کو اژدھا بنتے دیکھا فوراً ایمان لے آئے۔ روایات میں آیا ہے کہ جب حضرت امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو مشرق و مغرب کے ماہرین بھی امام پر ایمان لے آئیں گے چونکہ وہ کام کی عظمت کو دوسرے کی نسبت بہتر سمجھتے ہوں گے۔ (تفسیر نور، ج6، ص 387، اردو)

✎ یہ روایات (مسلمانوں کے لیے عموماً اور شیعان علی کی لیے خصوصاً) چونکا دینے والی ہے، کہ صرف دعوٰی کرنے سے وہ "ہمارے" ہیں، وہ ہمارے نہیں بن جاتے، بلکہ عملی اور "علمی" طور پر آپ کو انکو اپنا بنانا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے، بنی اسرائیلی بھی یہی کہتے تھے "آخری پیغمبر ہمارے ہیں"، اور ان کو یہ تک پتہ تھا کو وہ اسی سرزمین "حجاز" سے مبعوث ہوں گے، اسی لیے ان میں سے کچھ اپنے گھر بار چھوڑ کر یہاں آکر مقیم ہوئے (اس خیال کے پیشِ نظر کہ ہم جب وہاں جاکر رہیں گے، تب ہی وہ ہم میں سے مبعوث ہوں گے)... پر ہوا کیا، جب مبعوث ہوئے تو انہوں نے ہی ماننے سے انکار کر دیا!

اب اس حدیث کی روشنی میں "جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس میں بھی ہوکر رہے گا" کے تحت یہ بات سوچنے میں بڑی خطرناک ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو قومویں اور امتیں، امام مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی آمد کا انتظار کر رہی ہیں، اور دعوٰی کر رہی کہ وہ ہمارے ہیں، پھر وہی ان کے آنے کے بعد ان کا انکار کر بیٹھیں؟

کیونکہ اوپر والی روایات (جس کو مفسر نور نے غالباً انے الفاظ میں بیان کیا ہے) میں واضح ہے کہ مغرب و مشرق کے "ماہر" پہلے ایمان لے آئیں گے... اور موجودہ دور میں ہم دیکھ رہے "علمی" حوالے سے، (اس میں کوئی شک نہیں)، مسلمان کم اور باقی امتیں علمی میدان میں سرفہرست ہیں۔

مسـلمانوں کو چاہیے کہ آخری امام پر ایمان لانے کے لیے اپنا عملی اور علمی لیول بلند کریں، ورنہ (خدا نخواستہ) جو بنی اسرائیلیوں کے ساتھ ہوا ہمارے ساتھ نہ ہو۔

اور اس طرح کی دلیل قرآن سے بھی ملتی ہیں:

یہ لوگ پہلے تو کہا کرتے تھے (167)، "کہ کاش ہمارے پاس وہ " ذکر" ہوتا جو پچھلی قوموں کو ملا تھا (168)، تو ضرور ہم اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے (169)، مگر (جب وہ آگیا) تو انہوں نے اس کا انکار کردیا۔ اب عنقریب انہیں (اس روش کا نتیجہ) معلوم ہوجائے گا۔ (170)۔ (سورہ صافات)

یہ لوگ کڑی کڑی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی خبردار کرنے والا ان کے ہاں آگیا ہوتا تو یہ دنیا کی ہر دوسری قوم سے بڑھ کر راست رو ہوتے۔ مگر جب خبردار کرنے والا ان کے ہاں آگیا تو اس کی آمد نے ان کے اندر حق سے فرار کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کیا۔ (فاطر، 35:42)

سورۃ سبا(34:6)

وَيَرَى ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْعِلْمَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ هُوَ ٱلْحَقَّ...

ترجمہ:

اور جنہیں علم دیا گیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے، وہی حق ہے...

سورۃ فاطر:(35:28)

إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَـٰٓؤُاْۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ

ترجمہ:

"اللہ سے تو صرف اس کے بندوں میں سے علم والے (علماء) ہی ڈرتے ہیں۔"

49۔ قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَہٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ اِنَّہٗ لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ السِّحۡرَ ۚ فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۹﴾

(فرعون نے) کہا تم اس پر ایمان لےآئے قبل کے میں تمہیں اجازت دوں، یقیناً یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے، پس اب تم کو معلوم ہوجائیگا کہ تمہارے ہاتھ اور پیر مخالف سمت سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔

(اظہر)

50۔ قَالُوۡا لَا ضَیۡرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۵۰﴾

انھوں نے کہا پرواہ نہیں، یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

(اظہر)

📖 جس کا ایمان معرفت کی بنیاد پر ہو وہ متزلزل نہیں ہوسکتا۔ "لا ضیر" (نور)

51۔ اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۱﴾

یقیناً ہم طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف کردے گا کہ ہم پہلے ایمان لائے ہیں۔

(اظہر)

📖 قوم فرعون میں اول المؤمنین ہونے کا شرف حاصل ہوا اور اول المؤمنین ہونے کی وجہ سے ایثار و ایمان کی مثال قائم ہو جاتی ہے جسے آنے والی نسلیں مشعل راہ بناتی ہیں۔ (کوثر)

📖 اس واقع کے بعد سے لے کر بنی اسرائیل کے خروج تک کے واقعات سورة الاعراف میں بیان ہوئے ہیں۔ (کوثر)

📖 مادیات میں لالچ نقصان ہے اور معنویات میں لالچ مثبت ہوتا ہے۔ "انا نطمع ان یغفرلنا" (تفسیر نور)

خروج / ہجرت اور تعاقب

52۔ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡۤ اِنَّکُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ﴿۵۲﴾

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ کہ تمہارا پیچھا کیا جانے والا ہے۔

(علامہ جوادی)

53۔ فَاَرۡسَلَ فِرۡعَوۡنُ فِی الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِیۡنَ ﴿ۚ۵۳﴾

تو فرعون نے تمام شہروں میں (پھر) نقیب بھیج دیے ۔

(اسرار احمد)

بنی اسرائیل کی خروج کے وقت تعداد

54۔ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ لَشِرۡذِمَۃٌ قَلِیۡلُوۡنَ ﴿ۙ۵۴﴾

(اور کہلا بھیجا کہ) یہ لوگ ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔

(حسین نجفی)

📖 یہ مٹھی بھر لوگ ہیں۔ ان کی سرکوبی ہمارے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ بنی اسرائیل پوری قوم فرعون کے لشکر کے مقابلے میں چھوٹی جماعت تھی۔ اس سے یہ روایت قرین واقع معلوم نہیں

ہوتی جس میں کہا گیا ہے بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ سے زائد تھی۔ (کوثر)

- ہوسکتا فرعونیوں نے یہ بات "مبالغہ آرائی" / Exaggeration میں کہی ہو... اور مصریوں کی کل آبادی تو پھر بھی بنی اسرائیلیوں سے کہیں زیادہ ہی ہوگی۔

- یہ سوال ہم نے سورہ اعراف کی آیت 123 کے ضمن میں بھی اٹھایا تھا کہ خروج کے وقت بنی اسرائیل کی تعداد کتنی تھی۔ اور اُس مقام پر اس کو اتنا فوکس نہیں کیا (اور شاید اس کی اتنی ضرورت بھی نہیں)، اور بائیبل کے مطابق اس خیال کو نقل کیا کہ وہ اُسے چھہ لاکھ بتاتے...

- اس سوال کو ٹیکنیکل طریقے سے بھی "AI" سے پوچھ کر حل کرنے کی کوشش کی جیسے کہ:حضرت یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک، اگر باپ کے 12 بیٹے ہوں تو پھر 430 سال گزرنے کے بعد اس کی نسل کی تعداد کتنی ہوسکتی؟ (جبکہ سائیڈ افیکٹ کے طور پر موت کی شرح، پیدائش کی شرح، بیماریوں سے مرنے کی شرح، اور کثرت ازواج وغیرہ سب چیزیں اس میں شامل کی گئی تھی...) پر "AI" پہلی فرصت میں اس سوال کا جواب دینے سے قاصر رہا۔
- ایک بار پھر کوشش کی گئی، step by step سوال کر کے۔

اُس نے جواب دیا، اگر اوسطا ایک جینیریشن کا عرصہ average 27 سال لگائیں جائیں تو (430 سال میں) یہ 16 سے 17 نسلیں بن سکتی ہیں۔

پھر پوچھا، اگر ایک انسان کی اوسط عمر 70 سال ہے تو پھر 20 جوڑے 16 سے 17 نسلوں میں کتنی آبادی بنا سکتے؟

تو اس نے حساب کتاب کر کے بتایا کہ... اگر ہر جوڑا 2 بچے پیدا کرے تو یہ 1.3 سے 2.6 لاکھ بن سکتے۔

(حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 بیٹے تھے، اور انکو خود کو کاؤنٹ کریں تو 13 (جوڑے) بن جائیں گے۔ پھر polygamy کو مدِنظر رکھتے ہوئے، میں نے 20 جوڑوں کا حساب رکھا .. کیونکہ اُس وقت ٹوٹل 70 لوگ تھے جو مصر آئے تھے، تو 20 جوڑے مطلب، 30-35 زن و مرد ہوسکتے، باقی بچے اور بچوں کے بچے ہوسکتے۔ یعنی اُس وقت تیسری نسل تو پہلے سے چل رہی تھی۔)

بہرحال یہ ایک rough estimate ہے۔ ہر نسل صرف 2 بچے پیدا کرے تب بھی سے ڈھائی لاکھ بن سکتے ہیں، تو چلو 6 لاکھ نہ صحیح 3 سے 6 لاکھ کے درمیان کہیں ہو ہی ہوسکتے۔ (اگر 6 لاکھ بھی ہوں تو، کچھ فرق نہیں پڑتا...)

حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ نے ایک قوم کے پاس بھیجا جس کے تعداد 1 لاکھ تھی۔

وَاَرسَلنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلفٍ اَو يَزِيدُونَ ۚ ١٤٧

پھر ہم نے اس کو بھیج دیا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف۔

(دو سال بعد ایک بار پھر سے یہ سوال ChatGPT سے کیا گیا تو اس نے اس کا تخمیہ یہ لگایا:

" اگر ابتدائی طور پر صرف **80زندہ بچے** ہوں، اور ہر نسل یہی شرحِ افزائش اور شرحِ اموات رکھے:

تو **430سال بعد** ان کی نسل کی آبادی **تقریباً 28 لاکھ (2.8 million)** تک پہنچ سکتی ہے، صرف قدرتی افزائش سے۔

یہ ظاہر کرتا ہے کہ **انسانی آبادی کی نمو فطری طور پر کتنی تیز ہو سکتی ہے**، اگر ماحول میں کوئی بڑی رکاوٹ (جنگ، قحط، وبا) نہ ہو۔"

امام/خلیفہ/جانشین/نمائندہ

جب کسی بڑی قوم کی طرف کوئی نبی بھیجا جاتا تو اُس کی ذمہ داری میں اضافہ آجاتا، اور اس طرح اُس رسول کی عظمت میں بھی بلندی آجاتی۔ (یقیناً ایک چھوٹی قوم کو تبلیغ کرنا اور سمجھانا قدراً آسان کام ہے ایک بڑی قوم کو سمجھانے اور سنبھالنے کے مقابلہ میں) شاید اسی لیے اللہ تعالٰی نے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی تعداد اسپیشلی گنوائی ہے۔
پھر حضرت موسٰی علیہ السلام 5-6 لاکھ کی طرف بھیجے گئے۔

بڑی عوام کو راہ راست پر لانے میں کئی مشکلات درپیش ہوتی ہیں، (نہ صرف یہ کہ نفسیاتی طور پر مشکل کام ہے۔ "وَيَضِيقُ صَدرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي فَأَرسِل إِلَىٰ هُرُونَ ١٣") پر ان میں سے ایک مشکل یہ بھی ہے کہ، ایک بندہ جسمانی طور پر سب پر پورا نہیں پڑ سکتا، لاکھوں کی آبادی میں اگر ایک دن میں ہزاروں لوگوں کے مسائل ہوں اور ان کے سوالات کے جواب دینے ہوں، تو ایک بندہ صبح سے شام لگا دے، پر پھر بھی شاید کام مکمل نہ ہوسکے...

⇦ **جبکہ انبیاء اپنے نبوت/رسالت کے کام کا کوئی اجرت نہیں مانگتے۔**

? **تو پھر حضرت موسٰی علیہ السلام کیسے پورے پڑتے تھے؟؟**

اس مسئلے کا ایک حل بائیبل میں ریکارڈ ہے، کہ جب حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ:

📖 [17]موسیٰ کے سُسر نے اُس سے کہا، "آپ کا طریقہ اچھا نہیں ہے۔ [18]کام اِتنا وسیع ہے کہ آپ اُسے اکیلے نہیں سنبھال سکتے۔ اِس سے آپ اور وہ لوگ جو آپ کے پاس آتے ہیں بُری طرح تھک جاتے ہیں۔ [19]میری بات سنیں! مَیں آپ کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اللہ اُس میں آپ کی مدد کرے۔ لازم ہے کہ آپ اللہ کے سامنے قوم کے نمائندہ رہیں اور اُن کے معاملات اُس کے سامنے پیش کریں۔ [20]یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اُنہیں اللہ کے احکام اور ہدایات سکھائیں، کہ وہ کس طرح زندگی گزاریں اور کیا کیا کریں۔ [21]لیکن ساتھ ساتھ قوم میں سے قابلِ اعتماد آدمی چنیں۔ وہ ایسے لوگ ہوں جو اللہ کا خوف مانتے ہوں، راست دل ہوں اور رشوت سے نفرت کرتے ہوں۔ اُنہیں ہزار ہزار، سَو سَو، پچاس پچاس اور دس دس آدمیوں پر مقرر کریں۔ [22]اُن آدمیوں کی ذمہ داری یہ ہو گی کہ وہ ہر وقت لوگوں کا انصاف کریں۔ اگر کوئی بہت ہی پیچیدہ معاملہ ہو تو وہ فیصلے کے لئے آپ کے پاس آئیں، لیکن دیگر معاملوں کا فیصلہ وہ خود کریں۔ یوں وہ کام میں آپ کا ہاتھ بٹائیں گے اور آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ (خروج/18 Exodus)

✎ **یہ کچھ ایسے ہی ہے، جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کی تعلیم و تربیت کرکے انکو اپنے دیہاتوں میں یا دور دراز کے علاقوں میں جاکر دین کی تعلیم کے لیے بھیجا ہو. (اور ایک وقت ایسا تھا کہ کہ امام علی علیہ السلام کو یمن کی طرف روانہ کیا تھا)**

تقلید غیر معصوم

- دو اولاالعزم پیغمبروں کی یہ روش، موجودہ زمانے میں "تقلید" کے مسئلے کو حل کردیتی ہے۔ (ہوسکتا موجودہ دور کی "تقلید" میں کچھ قباحتیں پیدا ہوگئی ہوں، جن کو درست کرنے کی ضرورت اپنی جگہ موجود ہے۔)

- 12 امام (پہلا علی اور آخری مہدی علیہم السلام)، اور امت مسلمہ کے لیے بخاری کی حدیث کہ "میرے 12 خلیفہ/جانشین ہوں گے، جن کا آخری مهدی ہوگا۔"
اب نبی کی طرف سے جو ڈائیرکٹ نامزد بندہ ہو،، اور اسکے بعد (نبی کی غیر موجودگی میں) نامزد کا نامزد بندہ ہو، تو اس سے دین لینے میں کوئی حرج نہیں۔
- پر موجودہ زمانے میں جیسا کہ امام مہدی نے ابھی ظہور نہیں کیا، تو اس طرح پرسنلی نامزد کیا ہوا نمائندہ اگر ہمیں نہیں معلوم، تو پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے ان الفاظ کی روشنی میں "جو خوفِ خدا رکھتا ہو، راست باز ہو، اور رشوت سے نفرت کرتا ہو۔" اور علم میں عبور رکھتا ہو... ایسے علماء کے پاس جانے میں یقینا کوئی اشکال نہیں۔
(خیر جانے انجانے میں ہر کوئی ایسا ہی کرتا ہے، اگر کسی کو یہ شکایت ہے کہ وہ کسی غیر معصوم کی تقلید نہیں کرے گا تو وہ جن لوگوں کتابیں پڑھ کر عمل کرتا ہے وہ بھی غیر معصوم لوگوں ہی کی لکھی ہوئی ہیں۔)

✎ **12 کی خصوصیت:**
حضرت یعقوب علیہ السلام کے 12 بیٹے تھے۔
حضرت موسٰی کے 12 قبیلے تھے،
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے 12 حواری تھے۔
پھر نبی اکرم صـــلی اللہ علیہ وآلہ وســـلم بول کر گئے میرے 12 جانشین ہوں گے!

✎ **بہرحال واپس اپنے ٹاپک پر آتے ہیں، ســـوال یہ پیدا ہوتا، (اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاقیامت کے لوگوں کے رسول ہیں، پر فی الوقت برائ بحث، اگر کہیں کے) اُس وقت مکہ مدینہ اور اطراف (سرزمین حجاز) کی آبادی کتنی تھی؟**
تو اسکا جواب "AI" کچھ اس طرح دیتی:

📖 **Determining the exact population of the Arabian Peninsula in 600 AD is challenging due to the lack of comprehensive historical records from that time. Historical population estimates are often imprecise, and the available data may be limited or unreliable.**
During the 6th and 7th centuries, the Arabian Peninsula was primarily inhabited by various Arab tribes. The region underwent significant social and political changes with the rise of Islam in the 7th century, leading to the establishment of the Rashidun Caliphate. The Arabian Peninsula, including regions like Mecca and Medina, played a central role in the early Islamic period.
Estimates suggest that the population of the Arabian Peninsula in 600 AD might have been in the range of a few million people. However, it's crucial to note that these are rough approximations, and precise figures are not available.

Historical demography faces inherent challenges, and researchers rely on indirect evidence, such as agricultural productivity, urbanization rates, and other factors, to make educated guesses about population sizes in the past. As such, any population estimate for the Arabian Peninsula in 600 AD should be approached with caution as an approximation rather than a precise figure. (ChatGPT 3.5 Date: 5-Feb-24)

Do Cycle Repeats after every 2000 Years?

? ایک سوال ایک مفروضہ اور جنم لیتا ہے۔ (اس حدیث کی روشنی میں کہ جو کچھ پچھلی امتوں میں ہوا اس امت میں ہوکر رہے گا۔ اور اس آیت کی روشنی میں کہ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جیسے بھیجا تھا فرعون کی طرف... تو نبی اکرمﷺ کی مماثلت حضرت موسٰی علیہ السلام سے جا ملتی ہے۔

اب ایسا محسوس ہوتا ہے ایک مخصوص دورانیہ کے بعد ایک بڑا انقلاب رونما ہوتا ہے۔ (یعنی جیسے ایک مخصوص دور کے بعد ایک سائیکل/چکر دوبارہ سے ریپیٹ ہو۔)

یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسٰی علی السلام تک لگ بھگ اتنا ہی دور بنتا ہے۔ (اگرچہ 2500 بتایا جاتا۔)

پھر حضرت موسٰی علیہ السلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک لگ بھگ 2000 سال کا دور ہے۔

اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے اتنا ہی دور جب گزرے گا تو، واللہ اعلم ایک نیا انقلاب آئے!

55۔ وَ اِنَّہُمۡ لَنَا لَغَآئِظُوۡنَ ﴿۵۵﴾

اور یقیناً انہوں نے ہمیں بہت غضب ناک کیا ہے۔

(اظهر)

📖 یعنی میری اجازت کے بغیر ان کا یہاں سے فرار ہونا ہمارے لئے غیظ و غضب کا باعث ہے۔ (احسن البیان)

56۔ وَ اِنَّا لَجَمِیۡعٌ حٰذِرُوۡنَ ﴿۵۶﴾

اور یقیناً ہم تو ایک مستعد جماعت ہیں۔

(اظهر)

📖 حِذْرٌ. حَذَرٌ. خوف زدہ کرنے والی چیز سے بچنا. محتاط رہنا. اجتناب کرنا. ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی بچاؤ اور چوکنا رہنے کے ہیں. چنانچہ رَجُلٌ حَذِرٌ ،اس شخص کوکہتے ہیں جو سخت احتیاط کی وجہ سے جاگتا رہے. اِبْنُ اَحْذَارٍ اس شخص کوکہتے ہیں جو بہت ہی محتاط ہو.حَذَارِ حَذَارِ کے معنی ہیں . بچو، بچو**(تاج و محیط). اَلْحَاذِرُ اس شخص کوکہتے ہیں جو ہتھیار لگا کر جنگ کے لیے بالکل مستعد ہو*(تاج و راغب و محیط). اس کی جمع حَاذِرُوْنَ ہے.وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ[26:56] کے معنی اسلحہ بند لشکروں کے ہیں. (لغات القرآن)

57۔ فَاَخۡرَجۡنٰہُمۡ مِّنۡ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۵۷﴾

پس نکالا ہم نے انکو باغوں اور چشموں سے۔

(اظهر)

58۔ وَّ كُنُوۡزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيۡمٍ ﴿۵۸﴾

اور خزانوں اور بہترین مقاموں سے۔

(اظہر)

59۔ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوۡرَثۡنٰهَا بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۵۹﴾

یہ تو ہوا ان کے ساتھ اور (دوسری طرف) بنی اسرائیل کو ہم نے ان سب چیزوں کا وارث کردیا۔"

(فی ظلل القرآن)

📖 فرعونیوں کو ان کے باغات اور چشموں سے نکالنے کے بعد بنی اسرائیل کو فلسطین میں ان جیسے باغات اور چشموں کا وارث بنایا، خود انہیں چیزوں کا نہیں کیونکہ فرعون کے غرق آب ہونے کے بعد بنی اسرائیل مصر واپس نہیں گئے۔ اس پر قرآنی تصریحات موجود ہیں کہ یہ قوم سمندر عبور کر کے وادی سینا کی طرف نکل گئی، پھر فلسطین میں آباد ہو گئی۔ موجودہ توریت کی بھی تصریح یہی ہے۔ کسی تاریخ میں بھی ان کے مصر واپس جانے کا ذکر نہیں ملتا۔ (کوثر)

60۔ فَاَتۡبَعُوۡهُمۡ مُّشۡرِقِيۡنَ ﴿۶۰﴾

پس انہوں نے ان کا پیچھا کیا سورج نکلنے کے وقت۔

(اظہر)

📖 وَالۡاِشۡرَاقِ[38:18]طلوع آفتاب (یا دن چڑھنے) کے لیے آیا ہے۔ (لغات القرآن)

✎ آیت 52 میں اللہ تعالٰی نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے چلو، کہ تمہارا پیچھا کیا جانا ہے۔ اور اس آیت میں آگیا کہ فرعون اور لشکر نے ان کا پیچھا "وقت اشراق" کے وقت کیا...

⇦ "وقت اشراق کی نماز طلوعِ آفتاب کے کم از کم دس منٹ بعد سے استواءِ شمس (زوال سے پہلے) تک ہوتی ہے۔"

🕮 مُّشرِقِينَ کے معنی بعض نے یہ کیے ہیں کہ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کا مشرق کی طرف پیچھا کیا۔ چونکہ بیت المقدس مصر سے مشرق کی طرف ہے۔ (کوثر)

61۔ فَلَمَّا تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ قَالَ اَصۡحٰبُ مُوۡسٰۤی اِنَّا لَمُدۡرَکُوۡنَ ﴿ۚ۶۱﴾

پس جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئی، اصحابِ موسیٰ نے کہا یقیناً ہم تو اب پکڑے گئے۔

(اظھر)

✎ بنی اسرائیل کے بجائے "اصحٰب موسٰی" کے الفاظ یہاں استعمال کرنے سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ جب حضرت موسٰیE کے قریبی ترین افراد نے بھی آگے دریا اور پیچھے فرعون کی سپاہ کو دیکھا تو ان کے دل بھی ڈر گئے۔

62۔ قَالَ كَلَّا ۚ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٦٢﴾

(موسیٰ نے) کہا، ہرگز نہیں، یقیناً میرا رب میرے ساتھ ہے، عنقریب رہنمائی کرے گا۔

(اظہر)

📖 اس آیت کے یہ الفاظ سورۃ التوبہ کی آیت 40 کے ان الفاظ سے ملتے جلتے ہیں جو حضور ﷺ نے غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیق رض کو مخاطب کر کے فرمائے تھے : لاَ تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا" اے ابوبکر رض آپ پریشان نہ ہوں ‘ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“ (اسرار احمد)

✎ حضرت موسٰی علیہ السلام نے ہجرت کی، نبی اکرمﷺ نے ہجرت کی. حضرت موسٰی علیہ السلام راتوں رات نکلے تھے، نبی اکرمﷺ بھی رات کو نکلے تھے۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کا تعاقب کیا گیا صبح کے بعد، نبی اکرمﷺ کا بھی دشمن کو صبح ہوتے پتا چلا بستر پر تو علیؓ ہیں اور پھر تعاقب کیا۔ ایک وقت آیا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام کے سامنے دشمن کی فوج کھڑی ہوگئی، ایک وقت آیا کہ نبی اکرمﷺ کے غار کے سرہانے دشمن کھڑے ہوگئے۔ اصحابِ موسیٰ نے کہا ہم تو پکڑے گئے، أصحابِ محمد نے بھی کہا ہم تو پکڑے گئے۔

(یعنی وہ روایات کہ کہ کچھ پچھلی امتوں (بنی اسرائیل) کے ساتھ ہوا، اس امت کے ہوبہ ہو ہوکر رہے گا، کے تحت یہ بات مکمل ہوئی۔)

63۔ فَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی اَنِ اضۡرِبۡ بِّعَصَاکَ الۡبَحۡرَ ؕ فَانۡفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرۡقٍ کَالطَّوۡدِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۶۳﴾

پھر ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ اپنا عصا دریا پر مارو پس وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ ایسا ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ۔

(وحیدالدین)

وَلَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی ۬ۙ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِیۡقًا فِی الۡبَحۡرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخۡشٰی ۷۷ (طه، 20:77)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اپنا عصا سمندر پر ماریں۔ بنی اسرائیل کو ایک واضح معجزے کے ذریعہ نجات دلانا ارادہ الٰہی سے مربوط ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہے کہ یہ نجات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی عمل سے مربوط ہو۔

چنانچہ عصائے موسیٰ مارنے سے سمندر شق ہو گیا اور دونوں طرف پانی بلند پہاڑوں کی شکل میں کھڑا ہو گیا۔ نہ صرف سمندر شق ہو گیا بلکہ راستہ خشک بھی ہو گیا تھا۔ (کوثر)

64۔ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۴﴾

اور قریب کر دیا پھر دوسری (جماعت) کو وہاں۔

(اظهر)

یہ چھوٹی سی آیت، ایک مخصوص بات/باریک بینی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ یعنی کہ حضرت موسٰی علیہ السلام راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل چلے، جس میں بچے، عورتیں، مال مویشی، گھر کا ضروری ساز و سامان سب شامل تھا... اس لیے غالباً آہستہ آہستہ چلیں ہوں گے۔

پھر صبح ہوتے فرعون کو جب پتہ چلا تو اس نے اپنے "حاشرین" جو اُس دور کے حساب سے اس کی پولیس یا فوج کہلیں، اپنے ہتھیاروں کے ساتھ، اپنے گھوڑوں اور chariots پر تیز رفتاری سے نکلے۔

(یہاں ایک باریک بینی یہ بھی ہے جو ایک ببلیکل فلم میں دکھائی گئی، کہ جب حضـرت موسٰـی مدین میں بکریاں چراتے تھے، تو ایک دن اس راسـتے کی کسـی نے ان کو خبر دی کہ یہ شـارٹ کٹ ہے اور آگے سـمندر آتا ہے۔ اگرچہ یہ کوئی راسـتہ نہ تھا۔ اس طرح حضـرت موسـیٰؑ کو خبر مل گئی کہ یہاں سـے کوئی شـارٹ کٹ ہے، پر اس راسـتے وہ خود کبھی گئے نہیں تھے۔ پھر جب بنی اسـرائیل کو لیکر نکلے تو مشـہور راسـتے کے بجائے انھوں نے سـوچا یہ شـارٹ کٹ اپناتے ہیں۔ ایک تو مشہور راستے سے جلدی پکڑے جانے کا خدشہ ہے، دوسـرا یہ شـارٹ کٹ کیا پتہ ہمیں جلدی پہنچا دے۔ اگرچہ پتھرلیلی زمین تھی، چلنا مشـکل ہورہا تھا، پر بنی اسـرائیلی کو خوشـی سـے یا کراہت سـے حضـرت موسٰـی کو فالو کرنا پڑا۔ پر جب آگے چلتے گئے تو سمندر تو آگیا، پر کوئی راستہ نہیں ملا۔ ایک طرح سے وہ ایک Dead-End پر آکر پھنس گئے۔)

یعنی "ٹائمنگ" کا ایک بہت باریک دخل ہے اس پورے واقعہ میں۔
پھر جیسی ہی بنی اسرائیلی سمندر کے پاس پہنچے ہوں گے، شاید چند لمحے بیٹھ کر آرام بھی کیا ہو۔ تو کسـی نے پہاڑی کے اوپر سـے دیکھا ہوگا فرعونی لشکر ان کی طرف دوڑتا آرہا ہے۔
اس اثنا میں اللہ نے موسٰی علیہ السلام کو وحی کی عصا سمندر پر مارو اور راستہ بن گیا!
بنی اسـرائیلیوں نے خود کو سـمیٹا، اپنے بچوں کو، سـامان وغیرہ کو اٹھایا اور سمندر کے بیچ سے نکلنے لگے... (اب واللہ اعلم وہ سمندر کا راسـتہ لمبائی میں کتنا بڑا تھا، آیا 2 کلومیٹر، 1 ک م، یا آدھا، ... پر بنی اسـرائیلیوں کا قافلہ اُس پار آدھا پنچ گیا، تو فرعونی لشـکر عین

اُس ٹائیم "اس جگہ" پہنچ گیا۔ یعنی جس بات کی یہ قرآنی آیت اشـــارہ کر رہی۔ کہ انکو بھی اس جگہ پہنچا دیا یعنی ســـمندر کے شگاف والی جگہ...

اب فرعونی لشــکر ابھی بالکل بیچ میں آیا ہوگا، تو بنی اســرائیلیوں کے آخری فرد نے سـمندر سے باہر پاؤوں نکال لیا ہوگا، اور یہاں سے فرعونیوں کے آخری فرد نے ســـمندر کے اندر پاؤوں رکھا ہوگا۔ اور اس طرح ٹائمنگ کے حســاب ســے بنی اســرائیلی ســارے نکل گئے، اور فرعونی لشـکر فرعون سـمیت سارا سمندر کے اندر آگئے، اور فرعون خود سـمندر کے بالکل بیچوں بیچ آگیا، تو اُسـی وقت سـمندر واپس آپس میں ملگیا، اور اس طرح ... پھر آگے کی آیات بیان کرتی ہیں۔

65۔ وَ اَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَہٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۶۵﴾

اور ہم نے موسٰی کو نجات دی اور ان سب کو (بھی) جو اس کے ساتھ تھے۔

(اظھر)

66۔ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۶﴾

پھر دوسروں کو ہم نے غرق کردیا۔

(اظھر)

67۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۷﴾

یقیناً اس میں (ایک بڑی) نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

(اظھر)

فَمَا آمَنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ ۚ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ (یونس، 10:83)

" پھر موسیٰ کو اس کی قوم میں سے چند نوجوانوں کے سوا کسی نے نہ مانا،، وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ہوئے"...

✎ یہ آیت اس سورۃ میں 9 بار ریپیٹ ہوتی۔

(یعنی، 8، 67، 103، 121، 139، 158، 174، 190، 223)..

کہ ہر بار اللہ ایک بڑی نشـــانی دکھانے کے بعد یہ کہتے۔ اس میں ایک نشـــانی ہے، پر اکثر ، ایمان لانے والے نہیں، ایمان والے نہیں، ماننے والے نہیں، مومن نہیں۔

68- وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۶۸﴾

اور یقینا تمہارا رب ہی ہے وہ عزیز و رحیم۔

(اظھر)

i. آپ کا رب، العَزِيزُ ہے، بالادســـت ہے۔ جس طرح قوم فرعون کا انجام ہلاکت پر منتہی ہو گیا، ہر مجرم قوم کا یہی حشـــر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر غالب آنے والا کوئی نہیں۔

ii الرَّحِيمُ :وہ جہاں دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے بالادست ہے وہاں اپنے بندوں کو نجات دینے کے لیے مہربان ہے۔ لہٰذا اللہ کی قہاریت کے تحت دشـــمن کی نابودی اور رحیمیت کے تحت دوســـتوں کی نجات کی توقع رکھو۔ (کوثر)

✎ اگر اللہ تعالٰی صـرف "عزیز" کی بات کرتے تو لوگ اُس کی رحم سے مایوس ہوجاتے۔ اگر صـرف "رحیم" کی بات کرتے تو لوگوں کی جرات بڑھ جاتی کہ کچھ بھی کرلو اللہ رحیم ہے۔ پر اللہ تعالٰی اس ســـورۃ

میں ہر واقعہ کا ذکر کرکے آخر میں یہ کہنا کہ وہ "العزیز الرحیم" ہے۔ جو اُس کی مانتا ہے اُس کے لیے وہ "رحیم" ہے، اور جو اُس کی نہیں مانتا وہ جان لے کہ پھر وہی "العزیز" بھی ہے، اور ایک نام اُس کا "القھار" بھی ہے۔

حضرت ابراہیم علیه السلام

69۔ وَ اتۡلُ عَلَیۡہِمۡ نَبَاَ اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۶۹﴾

اور تلاوت کرو ان پر ابراہیم کی خبر۔

(اظھر)

📖 جناب ابرہیم خلیل اللہ کی حیات مقدســـہ کے مختلف حالات قبل ازیں چند مقامات پر بیان کئے جاچکے ہیں۔ جیسے

سورہ بقرہ آیت 258

سورہ آل عمران آئت 27 "مان کان ابراھیم یھود یا ولا نصرانیا الآیہ تا آیت 68۔

سورہ انعام آئت 78 تا آیت 90

سورہ مریم آیت 41 تا آیت 50

اور کچھ حالات سورہ صف آیت 83 تا آیت 113

سورہ ممتحنہ آیت 4 تا آیت 6 (فیضان الرحمٰن)

70۔ اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡہِ وَ قَوۡمِہٖ مَا تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۷۰﴾

جب اس نے اپنے ابا اور اس کی قوم سے کہا تم کس کی عبادت کرتے ہو؟

(اظھر)

📖 حضـرت ابراہیم علیہ السـلام اُس وقت نوجوانی/شـباب کی عمر کے تھے... کہ جیسا کہ سورہ انبیاء اشارہ کرتی۔

قَالُوۡا سَمِعۡنَا فَتًى يَّذۡكُرُهُمۡ يُقَالُ لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ ۔ ٦٠ (انبیاء، 21:60)

71۔ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اَصۡنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيۡنَ ﴿٧١﴾

انھوں نے کہا ہمیں بُتوں کی پوجا کرتے ہیں اور انہیں اعتکاف پر قائم ہیں۔

(اظھر)

📖 راغب نے لکھا ہے کہ اَ لْعُکُوْفُ ۔ تعظیماً کسـی شـے کی طرف بڑھنے اور اس سے مستقل طور وابستہ ہونے کو کہتے ہیں**(راغب)۔ عَکَفَ الْقَوْمُ حَوْلَـــــہٗ ۔ قوم نے اس کے گرد گھیرا بنا لیا*(تاج) ۔ (لغات القرآن)..

📖 ظِـلٌّ۔ ہر وہ جگہ جہاں دھوپ نہ پہنچے۔ ہر وہ چیز جو کسـی کو ڈھانک لے اور اس پر سایہ فگن ہو۔ یہ اچھے اور برے دونوں موقعوں کے لیے عام ہے***(راغب)۔ (لغات القرآن)

72۔ قَالَ هَلۡ يَسۡمَعُوۡنَكُمۡ اِذۡ تَدۡعُوۡنَ ﴿٧٢﴾

(ابراہیم نے) پوچھا کیا یہ تمھیں سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو؟

(اظھر)

73۔ اَوۡ يَنۡفَعُوۡنَكُمۡ اَوۡ يَضُرُّوۡنَ ﴿٧٣﴾

یا تمھیں کوئی نفع و نقصان ہی پہنچاتے ہوں؟

(اظھر)

74۔ قَالُوۡا بَلۡ وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۷۴﴾

انہوں نے کہا (نہیں) بلکه پایا ہم نے اپنے آبا کو اس طرح کرتے ہوئے۔
(اظھر)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال اور کافروں کا جواب، آج تک مسلم چاہے غیر مسلم سب کے لیے ایک غور و فکر کا مقام ہے۔

غیر مسلم، جو بُتوں، پتھروں اور بے جان چیزوں کی پوجا کرتے ہیں ان کے لیے تو سیدھا سوال ہے۔

اور مسلمانوں کے لیے بھی یہ سوال ہے: کہ جن بے جان چیزوں، جیسے علم، نگینے، دھاگے وغیرہ پر توکل کرتے ہو، اور سمجھتے کہ یہ انہیں کوئی نفع نقصان دیتے ہیں۔ (یہ دھاگہ ان کو چشم بد سے بچائے گا، اور یہ نگ انکو کھڈے میں گِرنے سے بچائے گا)..

اور اس طرح کہ انبیاء، ائمہ، اولیاء جو وفات پاکر مدفون ہوچکے، اُن کو پکارتے ہو، ان سے دعائیں مانگتے ہو، اور سمجھتے ہو کہ یہ ہمیں سنتے ہیں، اور ہماری دعائیں قبول کر کے ہمیں عطا کرتے ہیں۔

اس پر کوئی دلیل نہیں، اور کسی انسان کو کچھ پتہ نہیں۔ اور قرآن سے کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ قرآن کہتا ہے، ابراہیمؑ نوحؑ کے شیعہ تھے،

وَاِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ۘ‏ ۸۳، اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ (صافات، 37:84)

اب اگر یہ روش درست ہوتی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سب سے پہلے یہ کام کرنے والے تھے، وہ نوحؑ کے شیعہ ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے حضرت نوحؑ کی قبر بار بار زیارت کرتے، ان سے دعائیں مانگتے، اور توسل کرتے، اور ہر دعا میں انکا وسیلہ کا ذکر کرتے۔ اور پھر اس طرح نبی اکرم ﷺ جو سنتی ابراہیمی پر قائم تھے، ان کی زندگی میں بھی اسی طرح کی بہت سی مثالیں دکھنے کو مل جاتی ...

پر ہم سے جب پوچھا جاتا "ایسا کیوں کرتے ہو؟" تو بدقسمتی سے ہم بھی وہی جواب دیتے ہیں جو اُس وقت کے کافروں / مشرکوں نے دیا تھا: "ہم نے اپنے آبا کو اس طرح کرتے دیکھا۔" اور حجت بھی اسی بات کو سمجھتے کہ ان بزرگوں نے ایسے کیا، اور وہ بُزرگ تو اتنے اعلٰی درجہ پر فائز تھے، پھر وہ غلط کیسے!؟

📖 کسی کی بندگی کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندگی کرنے والے کے امور زندگی اس معبود کے ہاتھ میں ہیں، اسے راضی رکھنے کے لیے اس کی عبادت کی جائے۔ حاجت کے وقت اسے پکارا جائے تاکہ اس پکار کو سن کر وہ اس کی حاجت روائی کرے۔ یہ بت چونکہ بے شعور جامد ہوتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی تدبیری نقطے کو سامنے رکھ کر فرمایا: کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارتے ہو یا وہ تمہیں نفع و ضرر پہنچا سکتے ہیں ؟
قَالُوا بَل وَجَدنَا اٰبَآءَنَا :ان کے پاس کوئی منطق اور دلیل نہیں تھی۔ صرف اپنے آباء و اجداد کی اندھی تقلید کا حوالہ دیا۔ (کوثر)

75۔ قَالَ اَفَرَءَيۡتُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۷۵﴾

(ابراہیم نے) کہا، کیا تم نے ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی عبادت کرتے ہو۔
(وحیدالدین)

✏ "افرءیتم" کا ترجمہ مختلف مترجمین نے مختلف انداز سے کیا ہے، اور ہر انداز ایک مختلف مفہوم دیتا ہے:

- اس پر ابراہیم نے کہا " کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی تم اور تمہارے پچھلے باپ دادا بجا لاتے رہے؟ (سید قطب/فی ظلل القرآن)
- ابراہیمؑ نے کہا: بھلا دیکھو تو! یہ جنہیں تم لوگ پوجتے ہو۔ (اسرار احمد)
- کہا کیا تمہیں خبر ہے جنہیں تم پوجتے ہو۔ (احمد علی)
- (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: کیا تم نے (کبھی ان کی حقیقت میں) غور کیا ہے جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ (طاہرالقادری)
- ابراہیم نے کہا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ (علامہ جوادی)

مجھے "مولانا وحیدالدین" کا ترجمہ زیادہ مناسب لگا کہ اس سینس میں کہ کبھی تم نے حقیقت میں انکو جیتا جاگتا دیکھا بھی ہے؟ یعنی پوچھنے پر کہو گے کہ یہ "حقیقت میں ہیں" ہم نے بس ان کی شـــبیہ بنائی ہے، تاکہ عبادت کے وقت ان کو ســـامنے رکھ کر زیادہ خشوع خضوع کیا جائے۔ پر واقعی میں حقیقت میں تم نے کبھی ان کو دیکھا ہے؟؟

76۔ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمُ الۡاَقۡدَمُوۡنَ ﴿۷۶﴾

(خود) تم نے یا تم سے پہلے تمہارے آبا اجداد نے (ہی)۔

(اظھر)

تم نے نہیں دیکھا تو تمہارے آبا اجداد میں ســے ہی کســی نے دیکھا ہو؟ کیونکہ کہ ان کے مجســـمہ اور شـــکل بنا رکھی ہے تو مطلب وہ اصـــل میں اس طرح کا زندہ وجود تو کہیں رکھتے ہوں گے، اگر یہ ان کے صـــرف "بُت" ہیں۔ کبھی تو وہ زمین پر اتریں ہوں گے، اور تم یا تمہارے آبا میں سے کسی نے تو دیکھا ہوگا؟ پر جواب تھا "نہیں"۔

✐ پر جس اللہ پر مسلمان یقین رکھتے ہیں، وہ نہ جسم رکھتا ہے نہ کوئی شکل، اور نہ ہی اسکا کوئی بُت ہے۔ اور وہ ہستی انسان کے تصور میں سمانے والی نہیں۔

ہمارا ایمان اس خدا پر ہے جو سورج کو مشرق نے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کرتا۔ جو ہر چیز پر قادر ہے۔

اور یہ خبر ہمیں قرآن نے دی – جو اسکا کلام ہے، اور انبیاء نے دی، جن سے وہ ہمکلام ہوا، یا فرشتوں کے ذریعے وحی بھیجی، اور پیغام دنیا کو دیا۔

77۔ فَاِنَّهُمۡ عَدُوٌّ لِّیۡۤ اِلَّا رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۷﴾

یقیناً میرے تو یہ دشمن ہیں سواءِ رب العٰلمین کے۔

(اظھر)

✐ جو غلط ہے سو غلط ہے، حق کے معاملے میں بندے کو کھلے عام اظہار کرنا چاہیے، اور بولنا چاہیے یہ میرے دشمن ہیں، میں ان سے بیزار ہوں، اور برآت کا اظہار کرتا ہوں۔

زبان سے اظہار بندے کی نیت/سوچ/اور عقیدے کو زیادہ مضبوط اور مستحکم کردیتی ہے۔

✐ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہاں پتھر کے اصنام پر عقلی دلیل قائم کی، کہ یہ اگر سنتے دیکھتے ہوتے، نفع نقصان کے مالک ہوتے، اور جیتی جاگتی کوئی چیز ہوتے، تو میں مان لیتا۔ پر اگر ثابت نہیں ہوا، تو پھر (صرف اس بنیاد پر کہ آبا اجداد ان پر اعتکاف کیے بیٹھے تھے میں نہیں مانتا) میں ان بیزار ہوں، بلکہ یہ میرے دشمن ہیں۔

سورہ انعام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ستارہ، چاند و سورج پر عقلی دلیل قائم کرتے، کہ آیا یہ خدا ہیں؟

پس جب رات نے ان ؑ کو (اپنی تاریکی میں) ڈھانپ لیا تو انھوں نے دیکھا ایک (چمکدار) ستارے کو تو کہا یه میرا رب ہے ! پھر جب وہ غروب ہوگیا تو کہنے لگے که میں غروب ہوجانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (انعام، 6:76)

پھر جب انھوں نے دیکھا چاند چمکتا ہوا تو کہا یه ہے میرا ربّ ! پھر جب وہ بھی غائب ہوگیا تو انھوں نے کہا اگر میرے رب نے مجھے ہدایت نه دی تو میں گمراہوں میں سے ہوجاؤں گا۔ (انعام، 6:77)

پھر جب دیکھا سورج کو بہت چمکدار تو کہنے لگے ہاں یه ہے میرا ربّ یه سب سے بڑا ہے! پھر جب وہ بھی غائب ہوگیا تو انھوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو ! میں اعلان براءت کرتا ہوں ان سب سے جنہیں تم شریک ٹھہرا رہے ہو۔ (انعام، 6:78)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کو اپنی عقلی دلائل سے پہنچانا، نہ کہ اندھی تقلید سے، اور آبا کی روش سے۔

78۔ الَّذِیۡ خَلَقَنِیۡ فَہُوَ یَہۡدِیۡنِ ﴿۷۸﴾

جس نے مجھے خلق کیا پھر وہی مجھے ہدایت دیتا ہے۔

(اظھر+اسرار احمد)

فَہُوَ یَہۡدِیۡنِ کی فاء تفریع سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت، تخلیق کا نتیجہ ہے چونکہ وہی میرا خالق ہے پس وہی میری ہدایت کرتا ہے:

قَالَ رَبُّنَا الَّذِیۡ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَہٗ ثُمَّ ہَدٰی﴿﴾(۲۰ طه: ۵۰)

موسیٰ نے کہا: ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی خلقت بخشی پھر ہدایت دی۔ (کوثر)

✎ سورہ جن میں لفظ "رشد" کے ضمن میں یہ بات ڈسکس ہوتی ہے کہ رشد و ہدایت صرف و صرف اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور سورہ لیل کے آخر میں "ہدایت صرف اللہ کی طرف سے" پر تفصیلا ذکر کیا۔

79۔ وَ الَّذِیۡ ہُوَ یُطۡعِمُنِیۡ وَ یَسۡقِیۡنِ ﴿۷۹﴾

اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

(اظهر)

📖 انسان کا پیٹ بھرنا اور سیراب ہونا، اللہ کا کام ہے ورنہ روٹی اور پانی تو صرف ایک وسیلہ ہیں۔ "یُطعمنی و یسقین" (نور)

📖 ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں ابراہیم بن ادہم اور فتح موصلی کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں سیر و سیاحت کررہا تھا ارو میں ایک حاجت کی وجہ سے قافلہ سے علیحدہ ہوا۔ میں نے صحرا میں ایک چھوٹے بچے کو دیکھا جو اکیلا کہیں جارہا تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور میں نے اسے سلام کیا۔ بچے نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو؟ اُس نے کہا کہ حج بیت اللہ کے لیے جارہا ہوں۔

میں نے کہا: میرے عزیزا ابھی تو تم بچے ہو، تم پر ابھی حج فرض ہی نہیں ہوا، لہٰذا لوٹ جاؤ اور جب جوان ہوجاؤ تو حج کرلینا۔

بچے نے مجھ سے کہا: اے شیخ کیا تم نے مجھ سے کم سن بچوں کو کبھی مرتے ہوئے نہیں دیکھا؟

میں نے کہا: اچھا یہ بتاؤ تمہارا زادِ راہ اور تمہاری سواری کہاں ہے؟

بچے نے کہا: میرا تقوٰی میرا زادِ راہ ہے اور میرے پاؤں میری سواری ہیں اور میرا مقصود میرا مولا ہے۔

میں نے کہا: مگر مجھے آپ کے ســاتھ کھانے پینے کی تو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔

بچے نے کہا: شــیخ! اگر کوئی انســان تجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دے تو کیا تم کھانے پینے کا سامان اپنے گھر سے لے کر جاؤگے؟

میں نے کہا: نہیں، یہ سن کر بچے نے کہا تو جس نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہے وہی مجھے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔

واضح رہے وہ بچے امام علی زین العابدینؑ تھے۔ (تفسیر نورالثقلین)

80۔ وَ اِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ﴿۸۰﴾

اور جب میں مریض ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

(اظهر)

📖 بیماری آنے میں ہم قصوروار ہیں "مرضت"، نہیں فرمایا "امرضنی"۔ شــفا اللہ دیتا ہے۔ دوائی ذریعہ ہے اور دوائی کا اثر اللہ کا ارادہ ہے۔ "فهو یشفین"

روحانی شــفا جســمانی شــفا کے ســاتھ ضــروری ہے۔ "فھو یھدین" (تفسیر نور)

📖 آنحضــرتﷺ نے فرمایا: میں اس بات پر تعجب کر رہا ہوں کہ مومن بیماری کی وجہ سے پریشان کیوں ہوتا ہے۔ اگر اسے بیماری کے ثواب کا علم ہوجائے تو وہ یہی پسند کرے گا کہ مرتے دم تک ہمیشہ بیمار ہی رہے۔ (نورالثقلین)

📖 الکافی میں مرقوم ہے کہ جنابِ رســولِ خدا صــلی اللہ علیہ وآلہ وســلم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: جو شــخص تین دن تک

بیمار رہے اور اپنے کسی تیماردار سے شکوہ نہ کرے تو میں اس کے گوشت سے اسے بہتر گوشت دوں گا اور اس کے خون سے بہتر خون عطا کروں گا۔ اگر میں اسے تندرستی دے دوں تو اس کی تندرستی کے ساتھ اس کے گناہ بھی مٹا دیتا ہوں اور اگر میں اس کی روح قبض کروں تو اسے پنی رحمت میں جگہ دیتا ہوں اور اگر وہ زندہ رہے تو اس حالت میں زندہ رہے گا کہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ باقی نہ ہوگا۔ (نورالثقلین)

81- وَ الَّذِیۡ یُمِیۡتُنِیۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡنِ ﴿ۙ۸۱﴾

اور وہی ہے جو مجھے موت دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا۔

(اسرار احمد)

- الٰہی نظریہ کائنات میں موت سے انسان ختم نہیں ہوجاتا بلکہ یہ زندگی کے مراحل ہیں ایک مرحلہ عبور کرلیتا ہے۔ "یُمیتنی ثم یُحیین" (تفسیر نور)

- موت بھی ایک نعمت ہے "والذی یُمتینی" موت نعمتوں کی فہرست میں ذکر ہوئی ہے۔ (تفسیر نور)

- موت مومنوں کے لیے تحفہ ہے۔ (حدیث رسول) (نہج الفصاحہ، 437)

- گفتگو اور خطاب میں ہم قافیہ الفاظ استعمال کرنا بھی اہیمت رکھتا ہے۔ "یھدین... یسقین... یشفین... یحیین... (تفسیر نور)

82۔ وَ الَّذِیۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیۡٓئَتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۸۲﴾

اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میری خطاؤں کو روزِ جزامعاف کردے گا۔
(اظہر)

📖 طَمَعٌ ۔ راغب نے کہا ہے کہ اس کے معنی ہوتے ہیں نفس انسانی کا کسی چیز کی طرف خواہش کے ساتھ میلان اور جھکاؤ**(راغب)۔ اس میں حرص اور امید دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے معنی دل میں کسی چیز کی پر زور امید کے ہیں۔ اَلْمَطْمَعُ۔ وہ چیز جس کی طمع کی جائے۔ جس چیز کی طرف نگاہ کھنچ کر چلی جائے*(تاج)۔ قرآن کریم میں یہ لفظ خَوْفٌ کے مقابلہ میں آیا ہے [13:12]۔ خَوْفٌ۔ نقصان کے احساس کوکہتے ہیں، اس لیے طَمَعٌ نفع کی امید ہے۔ (لغات القرآن)

✎ حضرت موسٰی علیہ السلام کے قصہ میں جادوگروں نے بھی کچھ یہ الفاظ استعمال کیے تھے۔

51۔ اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۵۱﴾

📖 جناب ابراہیمؑ کے اس بیان حقیقت ترجمان سے یہ باب واضح و عیاں ہے کہ پیدا کرنے، حقیقی راہنمائی کرنے، خودونوش کی چیزیں مہیا کرنے، بیمار کرنے اور شفا دینے اور مارنے اور زندہ کرنے اور خطاؤں کو معاف کرنے کی باگ ڈور خدائے واحد لاشریک کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کوئی دیوتا، دیوی یا کوئی نبی کوئی ولی اور کوئی وصی و امام اس کا شریک نہیں ہے، توحید پروردگار کی کیا اعلٰی

تعلیم ہے اور ادب و احترام کی کیا عمدہ تلقین ہے۔ (فیضان الرحمٰن، ج7، ص 77)

83۔ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ حُکۡمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۳﴾

میرے رب! مجھے حکم عطا فرما اور صالحین کے ساتھ ملحق کر۔
(اظھر)

📖 حُکۡمًا :حکم کے بارے میں اقوال بہت زیادہ ہیں.ہمارے نزدیک اس کے معنی حقائق کا فہم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی تعریف بیان کرنے کے بعد عملاً اسی سے اپنی وابستگی کا اظہار فرماتے ہیں اور اپنے لیے ایک ایسی چیز کی درخواست کرتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اولوالعزم نبی کی نظر میں سب سے اہم ہے۔ وہ ہے :رَبِّ ہَبۡ لِیۡ حُکۡمًا ۔ پروردگار مجھے فہم عنایت فرما کہ میں اس راز کو سمجھوں جس کے بعد میرا ہر فیصلہ صائب ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا سن لی:

وَ لَقَد اٰتَینَا اِبرٰہِیمَ رُشدَہٗ مِن قَبلُ وَ کُنَّا بِہٖ عٰلِمِینَ ﴿﴾ (۲۱ انبیاء: ۵۱)

اور بتحقیق ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے کامل عقل عطا کی اور ہم اس کے حال سے باخبر تھے۔

حکم یعنی حقائق کا فہم ایک ایسی اہم چیز ہے جو انبیاء کو عنایت ہوتی ہے۔

وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ اٰتَینٰہُ حُکمًا وَّ عِلمًا ..... (۱۲ یوسف: ۲۲)

اور جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں علم اور حکمت عطا کی۔

وَ لُوطًا اٰتَینٰہُ حُکمًا وَّ عِلمًا .... (۲۱ انبیاء: ۷۴)

اور لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا۔

فَفَہَّمنٰہَا سُلَیمٰنَ ۚ وَ کُلًّا اٰتَینَا حُکمًا وَّ عِلمًا ..... (۲۱ انبیاء: ۷۹)

تو ہم نے سلیمان کو اس کا فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا۔

84۔ وَ اجۡعَلۡ لِّیۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۸۴﴾

اور آخری لوگوں میں میرے لیے سچی زبان بنا۔

(اظھر)

- **جیسا کہ اس سورۃ کی ابتداء میں یہ بتایا گیا (اور کثیر مفسرین کا اتفاق ہے کہ) یہ سورہ شروعاتی دور سے وابستہ ہے یعنی کھینچ کھینچ کر 3 نبوی سال... کیونکہ آیت 213 میں دعوتِ ذولعشیرہ کا واقعہ کا ذکر ہوتا۔ جو کہ بہت شروع میں پیش آیا۔ یعنی بعثت کے فوراً بعد نبی اکرم کو پہلا حکم اپنے خاندان والوں کو دعوت دینا تھی۔**

- **اس مناسبت سے یہ ترتیب درست بن جاتی کہ یہ آیت/سورۃ پہلے نازل ہوئی کہ جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی کہ "آخرین میں میرے لیے لسانِ صدق بنا"**

پھر اس کا جواب کچھ عرصہ بعد "سورہ مریم" میں آیا:

- **50۔ وَ وَہَبۡنَا لَہُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا وَ جَعَلۡنَا لَہُمۡ لِسَانَ صِدۡقٍ عَلِیًّا ﴿٪۵۰﴾ (مریم)**
کہ عطا کیا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں سے اور بنائی ان کے لیے سچی زبان علیا۔

عرفہ عام والا مفہوم پہلے نمبر پر ہے، کہ انھوں نے اپنی "نیک نامی" آخری لوگوں تک مانگی، اور اللہ نے عطا کی، اور ہم ان کا آج بھی الحمد اللہ ذکر بلند کر رہے۔

دوسرا مفہوم/مفروضہ: "علیا" سے امام علی علیہ السلام مراد ہیں، کہ اللہ نے ان کی ایک شکل امام علیؑ کی صورت میں آخری امتوں میں رکھی۔ (یعنی جیسے، نبی اکرمﷺ اگر حضرت موسٰیؑ جیسے ہیں۔ (سورہ مزمل/15) تو امام علیؑ حضرت ابراہیمؑ جیسے ہیں۔)

مزید تحقیق سورہ مریم آیت 50۔ (ایک وہ بُت شکن تھے، اور ایک یہ بُت شکن ہیں)

علامہ بدخشی نے مفتاح النجاۃ میں، امرتسری نے ارجح المطالب صفحہ ۷۱ پر کشفی نے مناقب مرتضوی صفحہ ۵۵ پر روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ (کوثر)

85۔ وَ اجۡعَلۡنِیۡ مِنۡ وَّرَثَۃِ جَنَّۃِ النَّعِیۡمِ ﴿۸۵﴾

اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں سے بنا۔

(اظھر)

86۔ وَ اغۡفِرۡ لِاَبِیۡۤ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿۸۶﴾

اور میرے ابا کو بخش دے کہ وہ ضالین میں سے تھے۔

(اظھر)

لفظ "ضالین" اس سورہ میں ایک بار پہلے حضرت موسٰی علیہ السلام کے لیے آیا ، آیت 20 "
قَالَ فَعَلۡتُہَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیۡنَ ﴿ؕ۲۰﴾

سورت توبہ جو قرآن کی آخری سورتوں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ حکم نازل کرتے کہ:

نبی کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائۓ ہیں، زیبا نہیں ہے که مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشته دار ہی کیوں نه ہوں، جبکه ان پر یه بات کھل چکی ہے که وہ جہنم کے مستحق ہیں۔ (توبه، 9:113)

اور پھر فوراً اس بات کو کلیئر بھی کر دیا جاتا کہ:

ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے جو دعائۓ مغفرت کی تھی وہ تو اس وعدے کی وجه سے تھی جو اس نے اپنے باپ سے کیا تھا، مگر جب اس پر یه بات کھل گئی که اس کا باپ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہوگیا، حق یه ہے که ابراہیم (علیه السلام) بڑا رقیق القلب و خدا ترس اور بردبار آدمی تھا۔ (توبه، 9:114)

87- وَ لَا تُخۡزِنِیۡ یَوۡمَ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۸۷﴾

اور اٹھاۓ جاۓ والے دن مجھے رسوا نه کرنا۔

(اظهر)

خِزْیٌ کے معنی ایسی ذلت ہے جس سے شرم آجائے۔ اسی وجہ سے یہ لفظ ذلت اور شرم دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے معنی ہوں گے ذلت آمیز رسوائی۔ یا ان عیوب کو بطور سزا ظاہر کرنا جن کا اظہار باعث شرم ہو(تاج) ۔ (لغات القرآن)**

وَ لَا تُخزِنِی یَومَ یُبعَثُونَ :حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت کی ہولناکی کا صحیح ادراک ہے۔ ابوالانبیاء ہونے کے باوجود اللہ کے حضور کس انداز سے عاجزی کرتے ہیں کہ قیامت کے دن تمام خلائق کے سامنے مجھے رسوا نہ کر۔ (کوثر)

📖 قیامت سے معصوموں کو بھی خوف آتا ہے۔ بے خوف ہے تو غافل گنہگار۔ (کوثر)

88۔ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ ﴿ۙ۸۸﴾

جس دن نہ مال کوئی نفع دے گا اور نہ ہی بیٹے۔

(اظھر)

📖 وہاں کے علل و اسباب میں مال و اولاد کا کوئی کردار نہیں ہے۔ قیامت کے دن اگر کسی کے پاس مال، اولاد زیادہ ہیں تو اس کے کام نہیں آئیں گے۔

یہ دوسری بات ہے کہ دنیا کی زندگی میں مال و اولاد کے ذریعے اعمال صالح بجا لائے جا سکتے ہیں اور اولاد باقیات الصالحات میں شمار ہوتی ہے۔ یہ تو آپ نے دنیا میں مال و اولاد کو آخرت کے لیے مفید بنایا، آیت کا نقطہ کلام یہ ہے کہ اگر مال و اولاد سے آخرت کے لیے استفادہ نہیں کیا ہے تو قیامت کے دن یہ آپ کو فائدہ نہیں دیں گے۔ (کوثر)

قلب سلیم

89۔ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ﴿ؕ۸۹﴾

مگر وہ جو آئے اللہ کے پاس قلبِ سلیم کے ساتھ۔

(اظھر)

۞ وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ ۘ ۸۳، اِذۡ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ ۸۴ (صافات، 37:84)

(اور یقینا ابرہیم اس کے شیعوں میں سے تھے، جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم لے کر آیا)

📖 سلیم کے معنی ہیں : سلامتی والا۔ قلب سلیم یا فطرت سلیمہ سے ایسا دل، ایسی فطرت یا ایسی روح مراد ہے جو ہر قسم کی آلودگی سے پاک یعنی اپنی اصلی حالت پر ہو۔ قیامت کے دن جو شخص ایسے پاکیزہ دل کے ساتھ اللہ کے حضور حاضر ہوگا اسے اس دن کی ہولناکیوں سے بچالیا جائے گا۔ (اسرار احمد)

📖 آخرت میں صرف اس قلب کی قدر ہو گی جس میں غیر اللہ کا شائبہ نہ ہو، جو ہر قسم کے شرک خفی و جلی سے پاک ہو۔ حب دنیا بھی شرک خفی میں آتی ہے۔ چنانچہ قلب سلیم کے بارے میں حدیث میں آیا ہے:
هُوَ الْقَلْبُ الَّذِی سَلِمَ مِنْ حُبِّ الدُّنْيَا ۔ (مستدرک الوسائل ۱۲: ۴۰)
قلب سلیم وہ ہے جو حب دنیا سے سالم ہو۔
دوسری حدیث میں آیا ہے:
اَلَّذِی یَلْقَی رَبَّہُ وَ لَیْسَ فِیہَ اَحَدٌ سِوَاہُ .... (الکافی۲:۱۶)
قلب سلیم وہ دل ہے کہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو اس میں اپنے رب کے سوا کوئی نہ ہو۔
انسان کے اعمال و کردار اس کے شعور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس شعور کے مطابق عزم و ارادے ہوتے ہیں۔ لہٰذا قلب ہی پر تمام اعمال و کردار کا دارومدار ہوتا ہے۔ (کوثر)

📖 أصول کافی میں مرقوم ہے کہ ایک شخص نے امام علیہ السلام سے "قلب سلیم" کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ قلب سلیم وہ ہے جب خدا کے سامنے حاضر ہو تو اس وقت اس میں غیر اللہ موجود نہ ہو اور ہر دل جس میں شرک یا شک پایا جاتا ہو تو ردی اور

ساقط ہوتا ہے۔ اللہ نے دنیا میں رہ کر زہد کی اس لیے ترغیب دی ہے تاکہ دل آخرت کی طرف مائل ہوں۔ (نورالثقلین)

📖 حضرت امام موسٰی کاظم علیہ السلام نے فرمایا: توضع یہ ہے کہ آپ لوگوں کو وہی کچھ عطا کریں جس کے ملنے کے آپ امیدوار ہوں۔ ...(نورالثقلین)

📖 مجمع البیان میں مرقوم ہے کہ "قلب سلیم" سے وہ دل مراد ہے جو دنیا کی محبت سے محفوظ رہا ہو اور اس کی تائید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے کہ دنیا کی محبت ہر غلطی کی بنیاد ہے۔ (نورالثقلین)

📖 مصباح الشریعہ میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سچی نیت والا انسان ہی قلبِ سلیم کا مالک ہوتا ہے کیونکہ خواہشات سے دل کے سالم رہنے کا ثمر تمام أمور میں خدا کے لیے اخلاص کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ (نورالثقلین)

✎ عملی طور "قلب سلیم" مطلب ایسا شخص (جو میں سمجھتا) کہ جو کبھی کسی کو دھوکا نہ دے، نہ دوسروں کو نہ خود کو؛ بھیڑ کے روپ میں بھیڑیا نہ ہو (کہ مولوی کے روپ میں سچ کو چھپانے والا، فرقہ واریت کو فروغ دینے والا، سیاستدان کے روپ میں دھوکے باز اور عوام کو لوٹنے والا ہو، ڈاکٹر کے روپ میں کسائی ہو، وکیل و جج کے روپ میں غیر عادل اور مفاد پرست ہو، دکاندار کے روپ میں کم تولنے والا اور مال میں ملاوٹ کرنے والا ہو، وغیرہ...) یعنی ہر حال

میں اُس کے قول اور عمل، بلکہ نیت میں صداقت پائی جائے۔ یعنی لاشعور کی حد تک اُس کی ہر بات و فعل میں سچائی ہی سچائی ہو (کوئی جھوٹ، کچھ دھوکا، کچھ دکھاوا، کچھ فریب، کچھ دو نمبری وغیرہ کچھ بھی نہ پایا جائے)... تبھی (شاید) وہ صحیح معنٰی میں "قلبِ سلیم" کے لیول کو چھو پائے۔

90- وَ اُزۡلِفَتِ الۡجَنَّۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۹۰﴾

اور جنت متقین کے قریب لائ ٔ جاۓ گی۔

(اظھر)

وَاُزۡلِفَتِ الۡجَنَّۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ غَیۡرَ بَعِیۡدٍ ۳۱ (ق-50)

وَاِذَا الۡجَنَّۃُ اُزۡلِفَتۡ ۱۳ (تکویر-81)

لفظ "اذلف" اسی سورہ میں ایک بار فرعون کے لشکر کے لیے آیا کہ جب وہ دریا کے شگاف کی جگہ قریب لائے گئے۔۔۔ وَ اَزۡلَفۡنَا ثَمَّ الۡاٰخَرِیۡنَ ﴿۶۴﴾

قرآن کے اس اسلوب کو (کہ لفظ ایک ہی سورۃ میں کیسے دہرائے جاتے) کا ٹیسٹ صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو قرآن پر لفظ با لفظ غور کرتے ہیں۔

91- وَ بُرِّزَتِ الۡجَحِیۡمُ لِلۡغٰوِیۡنَ ﴿۹۱﴾

اور جہنم گمراہوں کے سامنے ظاہر کردی جاۓ گی۔

(اظھر)

بَرَزَ ۔ نمایاں ہو جانا ۔ ظاہر ہو جانا ۔ نکھر کر سامنے آ جانا۔ اَلْبَارِزُ وہ چیز جو پوری طرح ظاہر ہو جائے۔ نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ جن الفاظ میں باء اور راء اکٹھے ہوں ان میں ظاہر ہو جانے کا مفہوم مضمر ہوتا ہے۔ ابن فارس نے بھی لکھا ہے کہ اس کے بنیادی معانی ظاہر ہو جانا اور کسی چیز کا اپنے جیسی اور چیزوں سے الگ ہو جانا ہیں۔ بَارَزَ مُبَارَزَۃً میدان جنگ میں جوانوں کا صفوں سے باہر نکل کر

ایک دوسرے کے سامنے آنا۔ بَرَزَ۔ دوسروں پر فضیلت و شجاعت میں سبقت لے جانا۔ اور آگے بڑھ جانا*(تاج) ۔ (لغات القرآن)

📖 **صاحب تفسیر اطیب البیان کہتے ہیں کہ بہشت کا نزدیک ہونا اور دوزخ کے نمودار ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب مومن مرتا ہے تو قبر کا دروازہ اس کے لئے بہشت کا دروازہ ہے، اور کافر کیلئے قبر کا دروازہ اس کے لئے دوزخ کا دروازہ ہے۔ (تفسیر نور)**

✎ **انسان کے مرتے ہے اس کا استقبال اُسی انداز سے ہوتا ہے، جنتی کا جنتی انداز سے، اور جہنمی کا جہنمی انداز سے... یہ بات سورہ واقعہ کی آیت 88 کے بعد آتی.. باقی سورہ ق (50) پورا سکرات الموت اور اس کے بعد کے تصویر کشی پر مبنی ہے۔**

92- وَ قِیۡلَ لَہُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ تَعۡبُدُوۡنَ ﴿۹۲﴾

اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہے وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے؟

(اظھر)

📖 **قیامت کے دن عقیدے اور افکار سے متعلق سوال ہوگا۔ "وقیل لھم اینما کنتم تعبدون" (تفسیر نور)**

✎ **یہ قرآن کا أسلوب ہے کہ ایک بندے کے بات کرتے کرتے اللہ کا کلام شروع ہوجاتا ہے، (یا بندے کی بات کے بیچ میں کچھ آیات اللہ کے کلام کی آجاتی ہیں،اور بندے کی بات پھر سے شروع ہوتی) اور یہ والی آیات جیسے fading style میں ہیں کہ (پتا لگانا مشکل ہے کہ کہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات ختم ہوئی اور کہاں سے**

اللہ کا کلام شــروع ہوا... شــایدآیت 89 تک حضــرت ابراہیم علیہ السـلام کی دعا پوری ہوئی ہوگی... اور پھر اللہ تعالٰی کا کلام شـروع ہوتا... (واللہ اعالم)

93۔ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ ہَلۡ یَنۡصُرُوۡنَکُمۡ اَوۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴿۹۳﴾

اللہ کو چھوڑ کر، کیا وہ (آج) تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں یا وہ اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں؟

(حسین نجفی)

94۔ فَکُبۡکِبُوۡا فِیۡہَا ہُمۡ وَ الۡغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾

پھر اس میں اونھے منہ ڈال دے ٔ جائیں گے وہ، اور گمراہ لوگ۔

(وحیدالدین)

95۔ وَ جُنُوۡدُ اِبۡلِیۡسَ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۹۵﴾

اور ابلیس کا لشکر، سب کے سب۔

(وحیدالدین)

96۔ قَالُوۡا وَ ہُمۡ فِیۡہَا یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۹۶﴾

اور وہ اس میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے:

(بلاغ القرآن)

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهۡلِ النَّارِ ۚ ٦٤ (ص، 38:64)

ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ ۚ ٣١ (زمر، 39:31)

97۔ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۹۷﴾

اللہ کی قسم! ہم کھلی گمراہی میں تھے۔

(طاہرالقادری)

98۔ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴿۹۸﴾

جب ہم تمہیں رب العٰلمین کے برابر کر رہے تھے۔

(اظھر)

📖 کتاب التوحید میں حضرت علی علیہ السلام کا ایک خطبہ منقول ہے جس کے چند کلمات کا ماحصل یہ ہے:

جو شخص پروردگار کی تشبیہہ اس کی مخلوق کے أعضاء و جوارح سے دے تو اُس کا دل اس بات کے یقین سے آزاد ہے کہ خدا کا کوئی مثل نہیں ہے اور گویا اس نے قرآن مجید کی اس آیت کو ہی نہیں پڑھا کہ قیامت کے دن پیروی کرنے والے اپنے بزرگوں سے بیزاری اختیار کریں گے اور ان سے کہیں گے:

تَاللّٰہِ اِن کُنَّا لَفِی ضَـلٰلٍ مُّبِینٍ ﴿۹۷﴾، اِذ نُسَـوِّیکُم بِرَبِّ العٰلَمِینَ﴿۹۸﴾

"خدا کی قسم! ہم کھلم کھلا گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمہیں رب العالمین کے مساوی قرار دیتے تھے۔ لہٰذا جس نے بھی ہمارے رب کو کسی چیز سے تشبیہہ دی تو اس نے اسے اس کا مساوی قرار دیا اور خدا کو مخلوق کے مساوی کہنے والا آیات محکمات اور حجج و بینات کا منکر ہے۔ خدا عقول کی دسترس سے کہیں بلندوبالا ہے۔

اس نے کائنات کو پیدا کیا جب کہ وہ اس کا محتاج نہیں تھا اور تخلیق کے لیے وہ اپنے کسی اشتیاق سے بھی مجبور نہ تھا اور اس نے عملِ تخلیق کا تجربات سے بھی استفادہ نہیں کیا اور عجائب

امور کی تخلیق کے لیے کسی شریک نے بھی اس کی مدد نہیں کی۔
(تفسیر نورالثقلین)

99۔ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الۡمُجۡرِمُوۡنَ﴿۹۹﴾

اور ہمیں گمراہ نہیں کیا مگر مجرموں نے۔
(اظھر)

100۔ فَمَا لَنَا مِنۡ شَافِعِیۡنَ﴿۱۰۰﴾

اب نہ ہمارا کوئی سفارشی ہے۔
(فی ظلل القرآن)

امام صادقؑ نے فرمایا: مومن انسان اپنے گھروالوں کی خود شفاعت کرے گا۔ (تفسیر نور بحوالہ مجمع البیان)

101۔ وَ لَا صَدِیۡقٍ حَمِیۡمٍ﴿۱۰۱﴾

اور نہ کوئی جگری دوست۔
(فی ظلل القرآن)

مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ حَمِیۡمٍ وَّلَا شَفِیۡعٍ یُّطَاعُ۔۱۸ (غافر، 40:18)

لفظ "حمیم" ویسے قرآن میں کئی بار جہنم، کھولتا ہوا پانی وغیرہ کے لیے آیا ہے :

قُطِّعَتۡ لَهُمۡ ثِيَابٌ مِّنۡ نَّارٍؕ يُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِهِمُ الۡحَمِيۡمُۚ ۱۹: ان کے لئے آگ کے لباس کاٹے جا چکے ہیں، ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، (حج، 22:19)،

هٰذَاۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّغَسَّاقٌ ۙ ۵۷:پس وہ مزا چکھیں کھولتے ہوئے پانی اور پیپ ، لہو۔ (ص، 38:57)

پر یہاں صدیق کے ساتھ لگ کر آیا ہے، تو لغوی معنٰی کے اعتبار سے "گرمجوش" دوســـت کا معنٰی دے رہا۔ یعنی بہت ہی قریب، جگری دوست...

یعنی کچھ اس طرح کہ : حمیم میں رہتے ہوئے، حمیم کے کپڑے پہن کر، حمیم کا تاج ســـر پر رکھ کر، irony کی بھی irony یہ ہے کہ وہ کہیں گے (جب ہر جگہ گرمی ہے تو) پھر کوئی گرمجوش دوســـت بھی کاش مل جاتا...

📖 حضـرت امام جعفر صـادق علیہ السـلام نے فرمایا: فضـل! مومن کو مومن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن لوگوں کو امان دے گا اور اللہ اس کی دی ہوئی امان کو قبول کرے گا۔ کیا تم نے قرآن کریم میں نہیں پڑھا کہ جب تمہارے دشـــمن دیکھیں گے کہ تم میں سے ہر مومن دوسرے گناہ گار دوست مومن کی شفاعت کر رہا ہے تو اس وقت کہیں گے: فَمَا لَنَا مِن شَـــافِعِينَ﴿١٠٠﴾ۙ وَ لَا صَـــدِيقٍ حَمِيمٍ﴿١٠١﴾"آج ہماری شـــفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہے اور کوئی گرم جوشی رکھنے والا دوست نہیں ہے۔" (نورالثقلین)

📖 مصـباح شـیخ الطائفہ میں حضـرت امام موسٰـی کاظم علیہ السـلام سے روزِ مباہلہ کی ایک دعا منقول ہے جس میں یہ کلمات بھی ہیں: پروردگارا! ہم نے تیری کتاب اور تیرے نبی کی عترت کے دامن کو تھاما ہوا ہے اور تو نے ہی عترتِ رسول کو ہمارا رہنما بنایا ہے اور تو نے ہمیں ان کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ تیرے حکم کو مان کر ہم نے ان کے دامن کو تھاما ہے۔ ہمیں ان کی شـفاعت نصـیب فرما جس دن ناکام افراد

یہ کہیں گے: فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ﴿۱۰۰﴾ۙ وَ لَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ﴿۱۰۱﴾ (نورالثقلین)

امام صادقؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! قیامت کے دن ہم اپنے شیعوں کی اس طرح شفاعت کریں گے کہ منحرف لوگوں کی آواز بلند ہونے لگے گی۔ "فما لنا من شافعین۔ ولا صدیق حمیم" (تفسیر نور بحوالہ تفسیر المیزان)

یاد رہے ایسی روایات میں لفظ "شیعہ" سے مراد "نام کا شیعہ" نہیں، "کام کا شیعہ" مراد ہے۔ جو صحیح معنٰی میں خود کو ان کا شیعہ (follower) ثابت کر کے دکھائے، ان کی تعلیم و تربیت پر عمل کر کے۔ جن کو دیکھ کر انبیاء اور ائمہ خود فخر سے کہیں، کہ ہاں یہ ہمارا شیعہ ہے۔ جب وہ خود own کریں گے ہمیں اپنا، تب ہم شیعہ بن سکتے ہیں۔ اور پھر شفاعت کی امید بھی کرسکتے ہیں۔ ورنہ بخاری کی حدیث میں نبی اکرم ﷺ خود اپنے کچھ اصحاب کو کہیں گے "فاقول: سحقا سحقا لمن بدل بعدي."" دوری ہو دوری ہو ان کے لیے جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلیاں کردی تھیں۔ (بخاری، 7051، حوالہ اردو، انگلش)

"پھر ایک اور گروہ میرے سامنے آئے گا اور جب میں انہیں بھی پہچان لوں گا تو ایک شخص)فرشتہ (میرے اور ان کے درمیان میں سے نکلے گا اور ان سے کہے گا کہ ادھر آؤ۔ میں پوچھوں گا کہ کہاں؟ تو وہ کہے گا، اللہ کی قسم! جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ فرشتہ کہے گا کہ یہ لوگ آپ کے بعد الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان گروہوں میں سے ایک آدمی بھی نہیں بچے گا۔ ان سب کو دوزخ میں لے جائیں گے۔" (بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، حدیث 6587)۔ (sunnah.com)

102۔ فَلَوۡ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ﴿۱۰۲﴾

پس کاش یقیناً اگر ہمارے لیے ایک بار پلٹنا ہوجاۓ تو ہم مومنین میں سے ہوجائیں۔

(اظھر)

📖 حدیث میں آیا ہے:

الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا ۔ (بحار الانوار:۴: ۴۳)

لوگ خواب غفلت میں پڑے ہوتے ہیں جب مر جاتے ہیں تو بیدار ہو جاتے ہیں۔

جب آنکھیں بند ہو جاتی ہیں تو انکھیں کھل جاتی ہیں۔ تب آرزو کریں گے ایک مرتبہ پھر موقع مل جاتا تو ہم مؤمن بن جاتے۔ قرآن نے ان کا حال بتا دیا:

وَ لَو رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُہُوا عَنہُ ... (۶ انعام:۲۸)

اور ا گر انہیں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ پھر وہی کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا ہے۔ (کوثر)

103۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴿۱۰۳﴾

بے شک اس میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

(حسین نجفی)

104۔ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴿۱۰۴﴾٪

اور یقیناً تمہارا وہ رب تو عزیز ورحیم ہی ہے۔

(اظھر)

حضرت نوح علیه السلام

105۔ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِيْنَ﴿١٠٥﴾

جھٹلایا نوح کی قوم نے بھی رسولوں کو۔
(اظھر)

📖 اب آگے انباء الرسل کا تذکرہ پھر اسی زمانی ترتیب سے ہو رہا ہے جس ترتیب سے پہلے سورۃ الاعراف اور سورۃ ہود میں ہوچکا ہے۔ اس ضمن میں ہر رکوع کے آخر میں دو آیات ترجیعی کلمات کے طور پر بار بار دہرائی جائیں گی۔ (اسرار احمد)

📖 حضرت نوحؑ کا نام 43 بار قرآن میں آیا ہے اور اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیمؑ کو ان کا شیعہ کہہ کر پکارا ہے۔

۞ وَاِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَاِبۡرٰهِيمَ ۘ ٨٣ (صافات)

اور قرآن مجید کی ایک سورت حضرت نوح کے نام سے منسوب ہے۔ (سورہ نوح)

اور "سَلٰمٌ عَلٰى نُوحٍ فِي الۡعٰلَمِيۡنَ ٧٩ (صافات)

حالانکہ اللہ نے حضرت موسٰی، ہارون، اور ابراہیمؑ پر بھی سلام بھیجا ہے لیکن "فی العالمین" کے ساتھ سلام نہیں بھیجا۔ (تفسیر نور)

📖 جناب نوح کے حالات و واقعات درج ذیل مقامات پر مذکور ہیں:

سورہ اعراف از آیت 59 تا 64

سورہ یونس از آیت 71 تا 73

سورہ ھود از آیت 25 تا 48

سورہ بنی اسرائیل آیت 3

سورہ انبیاء از آیت 76 تا 77

سورہ المومنون از آیت 23 تا 30

سورہ الفرقان آیت 37

سورہ عنکبوت از آیت 14 تا 15

سورہ صافات از آیت 75 تا 82

سورہ قمر از آیت 9 تا 15

سورہ نوح (فیضان الرحمٰن، ج7، ص82)

106۔ اِذۡ قَالَ لَہُمۡ اَخُوۡہُمۡ نُوۡحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۰۶﴾

جب کہا انکو ان کے بھائی نوح نے، کیا تم ڈرتے نہیں؟

(اظھر)

107۔ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۰۷﴾

یقیناً میں تمہارے لیے ایک امانتدار رسول ہوں۔

(اظھر)

108۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۰۸﴾

پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

(اسرار احمد)

اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوۡہُ وَاَطِیۡعُوۡنِ ۳ (نوح،71:3)

(اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس سے ڈرو۔ اور میری اطاعت کرو۔)

109- وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾

اور میں تم سے اس پر کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، کہ میرا اجر نہیں ہے مگر رب العٰلمین کے اوپر۔

(اظهر)

قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ ۰ ۹۰ (انعام، 6:90)

وَیٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَیۡهِ مَالًا ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ (هود، 11:29)

انبیاء کی اجرت

اور چونکہ انبیاء کی یہ روش ہے کہ وہ لوگوں سے دینی کام کا اجر بھی نہیں مانگتے...

وَمَا تَسـَٔلُهُم عَلَيهِ مِن اَجرٍ (یوسف، 12:104)

(اور آپ ان سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگ رہے)

وَمَا اَسـَٔلُكُم عَلَيهِ مِن اَجرٍ ۚ اِن اَجرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ العٰلَمِينَ ؕ ١٦٤

(حالانکہ تم اس خدمت پر ان سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتے ہو۔)

(شعراء، 26:109) اور (شعراء، 26:164)

...حصول معاش کے لیے وہ اپنا بندوبست خود کرتے ہیں، (جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاجر تھے) اس لیے بڑی عوام کو اکیلے ڈیل کرنے سے یہ مسائل بھی درپیش ہیں کہ اس سے ان کا معاش اور ازدواجی زندگی، بال بچے، چونکہ ان کے نان نفقے اور تعلیم و تربیت کا ذمہ داری بھی انھیں پر ہے... تو اس طر اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل کام ضرور ہے کہ بندہ پر دین کی تبلیغ کی ذمہ داری بھی کاندھوں پر ہو، اور بال بچے بھی پالنے ہوں۔ اس لیے اس کا ایک

حل یہی ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو دیا۔ (آیت 54 کے ضمن میں ٹاپک تقلید غیر معصوم کی بات کو بڑھاتے ہوئے)

اللہ پاک قرآن میں انبیاء کے متعلق فرماتے ہیں:

- **وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ** (انبیاء، 21:8)
  ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔

- **وَقَالُوا۟ مَالِ هَٰذَا ٱلرَّسُولِ يَأْكُلُ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشِى فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُۥ نَذِيرًا** (فرقان، 25:7)
  اور انہوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے؟ کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جاتا؟ کہ وہ بھی اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا بن جاتا۔

- **وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ ۗ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا**
  (فرقان، 25:20)
  ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنا دیا۔ کیا تم صبر کرو گے؟ تیرا رب سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

- **حلال روزی کمانے کے حوالے سے چند روایات اس موقع پر نقل کرنا معقول ہیں۔**

- **اسباط بن سالم سے بسند معتبر منقول ہے، کہتا ہے: میں نے جناب امام جعفرصادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے عمر بن سالم کا حال دریافت فرمایا:**

میں نے عرض کیا: یاحضـــرت! وہ صـــحیح و ســـالم ہے مگر اُس نے تجارت چھوڑ دی۔
آپ نے چہرے سے پسینہ صاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر اِس عالم میں موت آجائے تو یہ وہ مبارک وقت ہے جســـمیں میں اطاعتِ خدا میں ہمہ تن مصـــروف ہوں کہ اپنے بچوں کو تیرے آگے ہاتھ پھیلانے سے بچا رہا ہوں۔

⇦ حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام نے لوگوں سے کسی شخص کے متعلق سوال کیا کہ وہ کس حال میں ہے؟
اُنھوں نے جواب دیا کہ خانہ نشـین ہے رات دن عبادت میں مصـروف ہے۔ اور کہتا ہے کہ میری روزی مجھے پہونچ جاتی ہے۔
آپؑ نے ارشـاد فرمایا، وہ اُن لوگوں میں سے ہے جن کی دعاء قبول نہیں ہوتی۔
آپؑ نے ایک اور شـخص کے متعلق سـوال کیا تو کسـی نے کہا پریشان ہے۔
آپؑ نے فرمایا، وہ کیا کام کرتا ہے؟
اُس نے کہا کہ خانہ نشین ہے اور رات دن مصروفِ عبادت ہے۔
آپؑ نے فرمایا اُسکے خورد ونوش کا کیا انتظام ہے؟
اُس نے کہا، مومنین اس کو کھانا پہنچاتے ہیں۔
آپؑ نے فرمایا، جو لوگ اُس کو کھانا پہنچاتے ہیں اُن کا یہ فعل اُس کی عبادت سے کہیں بہتر ہے۔

⇦ ایک زرگر (صراف) نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ آدمی کو طلبِ روزی کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا، دکان کھول کر سامان قرینہ سے لگا دینا چاہیے بس، اس سے زیادہ نہیں، جو اُس پر لازم تھا وہ ہوگیا، باقی کام عطا کرنے والے کا ہے۔ (روح الحیات، باقر مجلسی، اردو، ص 204)

✎ اس تناظرے میں یہ سوال، کہ دینی علماء اگر اپنے کام کی اجرت نہ لیں تو پھر گزارا کیسے کریں؟

یہ اپنی جگہ ایک بات ضرور ہے، اور فقہی طور پر فقھا اس میں گنجائش بھی نکال سکتے کہ ان ان چیزوں کی اجرت لینا جائز ہے۔ پر اس بات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ جب دین کے معاملے میں اجرت لی جاتی ہے تو بندہ وہی بات بولتا ہے جو سننے والا سننا پسند کرے۔

اور ویسے بھی یہ بنیادی طور پر أصول ہے (غالباً اسلامی أصول ہے) کہ جب کسی کام کی اجرت لے لی جاتی تو وہ معاملہ وہیں طے ہوجاتا ہے۔ یعنی آپ نے کام کیا اور اس کی اجرت لے لی۔ یا آپ نے کسی سے کام لیا اور اس کو اجرت دے دی۔ اس طرح یہ دونوں کام ایک دورسے سے کینسل ہوگئے۔

اب اجرت لینے بعد بھی بندہ یہ حسن ظن رکھے کہ اسکو اسکا ثواب بھی آخرت میں ملیگا... تو یہ صرف حسن ظن ہی ہے، اور اللہ رحمٰن و رحیم ہے اگر اس نے چاہا تو کیا پتہ کچھ رحم کرلے، ورنہ بندے کو سمجھ لینا چاہیے، اصولی طور پر اس نے اپنے کام کی اجرت دنیا میں ہی لے لی تو معاملہ دنیا میں ہی ختم ہوا۔

اجرت اگر دولت کی شکل میں نہ ہو، شہرت کی شکل میں ہو، تب بھی کائونٹ ہوتی ہے۔ آپ نے اپنے کام کے بدلے لوگوں سے داد اور واہ واہ لے لی۔ آپ کو اپنے کام کا اجر دنیا میں ہی مل گیا... (بشرطیکہ

اس میں بندے کی اپنی نیت، سعی و کوشش شامل نہ ہو، یعنی جیسے) اللہ تعالٰی اپنے انبیاء و اولیاء کے نیک نامی کو زندہ رکھتا ہے تاکہ نیک لوگ ان کو اپنا رول ماڈل بنا کر ان کی نقشِ قدم پر چلنے کی سعی کریں... یعنی اللہ اگر کسی کو بلند کرے تو یہ الگ بات ہے، پر بندے کی اس میں اپنی کوئی ذاتی نیت/خواہش/ اور سعی و کوشش نہ ہو۔

📖 جب رام راجا بننے والے تھے، پوری ایودھا نگری میں خوشی کی لہر تھی، پر رام کی سوتیلی ماں (کیکیئی نے) ڈمانڈ رکھی دی کہ رام بجائے ان کے پتر "بھرت" راجا ہوں گے۔ اور رام کو 14 سال کے لیے جنگل میں ونواس (exile) کے لیے جانا ہوگا۔
یہ سن کر رام کا کیا ری ایکشن تھا؟
آیودھا کانڈ، باب 18، شلوک 41
"اگرچہ اُن کے الفاظ بڑے سخت تھے، پر رام یہ سن کر دکھی نہیں ہوئے۔"
اسکے بعد انہوں نے اپنے پتا دشرت کو دلاسا دیتے ہوئے سوتیلی ماں کو کہا:
"جو آپ نے کہا بھلے ایسے ہی ہو، میں بادشاہ کا وعدہ پورا کروں گا، جنگل میں جائوں گا اور وہیں رہوں گا، ..." (آیودھا کانڈ، باب 19، شلوک 2)
باب 20، شلوک 20 میں رام کیکئی کو کیا کہہ رہے ہیں۔
"اے دیوی! مجھے دولت سے کوئی سروکار نہیں، مجھے ایک سادھو کی طرح جانیے، جسکی آستھا صرف اپنے دھرم اور اپنی نیکی میں

ہے، میں دنیا کو صرف پریم میں دیکھنا چاہتا ہوں۔" (باب 17، شلوک 11)

رام کے لیے ستا (طاقت) پانے کا مطلب یہ نہ تھا کہ دنیا ان کے قدموں میں ہو، ان کے لیے ستا پانے کا مطلب تھا تاکہ جنتا کی خدمت کر سکیں۔ (دھرو راٹھی، رامائن)

✎ رام کی یہ کتھا اور الفاظ، مولا علی علیہ السلام کے الفاظ سے کافی ملتے جلتے ہیں: (کہ جیسے تاریخ خود کو دوہراتی ہو)

🕮 میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اس سے پہلو تہی کر لی... اے اللہ! مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟... اس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بجُّو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا، یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری رِدا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے۔ ... دیکھو! اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں! اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہو گئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کے اوّل کو سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابلِ اعتنا پاتے.... (خطبہ شقشقیہ)

110۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ﴿۱۱۰﴾

پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

(اظھر)

ارذلون

111۔ قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لَکَ وَ اتَّبَعَکَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ﴿۱۱۱﴾

کہا کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں کہ تمہاری پیروی تو رذیل لوگوں نے کی ہے۔

(اظھر)

📖 ادنیٰ درجے سے مراد مادی اور مالی اعتبار سے ہے کیونکہ فقیر اور نادار لوگ ہمیشہ دعوت انبیاء پر لبیک کہتے اور پہل کرتے ہیں۔ جن کے دلوں پر مال و دولت کا پردہ اور خواہشات کی میل کچیل نہیں ہوتی وہی دعوت انبیاء کو قبول کرتے ہیں۔ (کوثر)

✎ ماضی کے دولتمندوں / سرداروں نے ہمیشہ ایسی سوچ کو پیدا دیا جس سے معاشرے میں کلاس سسٹم نے جنم لیا۔ جبکہ ایمان و تقوٰی کہ لیے کبھی یہ معیار نہیں رہا کہ کون کس گھرانے میں پیدا ہوا ہے، یا کون کیا کام کرتا ہے۔

جبکہ اس کے برخلاف، تکبر کو ہمیشہ اسلام نے مزمت کی ہے اور عاجزی انکساری، زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانا، غریبوں کے ساتھ بیٹھنا... کو اسلام نے ہمیشہ encourage / ہمت افزائی کی ہے۔

- اوراگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہوجائیں گے تو جو لوگ رحمن کاانکار کرتے ہیں ان کے لیے ہم ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنادیتے اور زینے بھی جن پروہ چڑھتے ہیں۔ (زخرف، 43:33)

- اے ایمان والو، اہل کتاب کے اکثر علماء اور مشائخ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا او چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ان کو ایک درد ناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔ (توبہ، 9:34)

- خداوند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے، لہٰذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اس لئے کہ دولتمند نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر ان سے اس کا مواخذہ کرنے والا ہے۔ (امام علیؑ، نہج البلاغہ، حکمت 328)

- اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اس کی دولتمندی کی وجہ سے جھکے تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہتا ہے۔۔ (امام علیؑ، نہج البلاغکہ، حکمت 228)

- اے ابن حنیف! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لئے چن چن کر لائے جا رہے تھے اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں اور دولت مند مدعو ہوں۔ جو لقمے چباتے ہو انہیں دیکھ لیا کرو، اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو اسے چھوڑ دیا کرو، اور جس کے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ۔ (امام علیؑ، مکتوب، 45)

112۔ قَالَ وَ مَا عِلۡمِیۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾

کہا میرے علم میں نہیں کہ وہ کیا عمل کرتے رہے۔

(اظھر)

یہی اعتراض سرداران قریش کو حضور ﷺ کے ساتھیوں کے بارے میں تھا۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں میں

اکثریت مزدوروں اور غلاموں کی ہے۔ جیسے حضرت خباب بن الارت رض پیشے کے اعتبار سے لوہار تھے اور سرداران قریش ایک غریب لوہار کے ساتھ بیٹھنا کیسے گوارا کرسکتے تھے! بہر حال نہ تو مزدوری کرنا یا محنت سے اپنی روزی کمانا کوئی شرم کی بات ہے اور نہ ہی اس طرح کے پیشے سے کوئی آدمی گھٹیا ہوجاتا ہے۔

(اسرار احمد)

113۔ اِنۡ حِسَابُہُمۡ اِلَّا عَلٰی رَبِّیۡ لَوۡ تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۱۳﴾

ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہو تو۔

(جوناگڑھی)

114۔ وَ مَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۴﴾

اور میں ایمان لانے ولوں کو دھتکارنے والا نہیں۔

(اظہر)

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭاِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْـهَلُوْنَ ٢٩ (هود، 11:29)

(اور اے میری قوم کے لوگو ! میں تم سے اس کے بدلے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو دھتکارنے والا بھی نہیں ہوں وہ یقیناً اپنے رب سے ملنے والے ہیں لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں که تم لوگ جہالت میں مبتلا ہوگئے ہو)

اور جو لوگ اپنے رب کو رات دن پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں انہیں اپنے سے دور نه پھینکو ۔ ان کے حساب میں سے کسی چیز کا بار تم پر نہیں ہے اور تمہارے حساب میں سے کی چیز کا بار ان پر نہیں ۔ اس پر بھی اگر تم انہیں دور پھینکو گے تو ظالموں میں شمار ہو گے ۔" (انعام، 6:52)

📖 **وَ مَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤمِنِینَ :ایمان لانے کے بعد کوئی رسول کسی کو اپنی درگاہ سے نہیں دھتکارتا۔ چنانچہ قریش نے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی مطالبہ کیا تھا کہ اگر ایمان**

لائیں بھی تو ہم عمار، بلال اور صہیب جیسے لوگوں کے ساتھ کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں سورہ انعام آیت ۵۲ میں رسول اللہ کے لیے یہ حکم آیا:

وَ لَا تَطرُدِ الَّذِینَ یَدعُونَ رَبَّہُم بِالغَدٰوۃِ وَ العَشِیِّ ..... (انعام، 6:52)

اور جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں ان کو اپنے سے دور نہ کریں۔ (کوثر)

📖 لوگوں کی ذاتی زندگی کے بارے میں تجسس رکھنا اور اُن کے عیب معلوم کرنے کی کوشش کرنا جائز نہیں۔ "وما علمی" (تفسیر نور)

115۔ اِنۡ اَنَا اِلَّا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۱۵﴾

میں تو بس ایک کھلا ہوا ڈرانے والا ہوں۔

(وحیدالدین)

116۔ قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ یٰنُوۡحُ لَتَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِیۡنَ ﴿۱۱۶﴾

انہوں نے کہا : اے نوح ! اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔

(اسرار احمد)

117۔ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوۡمِیۡ کَذَّبُوۡنِ ﴿۱۱۷﴾

کہا اے میرے رب میری قوم نے مجھے جھٹلایا۔

(اظھر)

118۔ فَافۡتَحۡ بَيۡنِىۡ وَ بَيۡنَهُمۡ فَتۡحًا وَّ نَجِّنِىۡ وَ مَنۡ مَّعِىَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴿۱۱۸﴾

پس تو میرے اور ان کے درمیان واضح فیصلہ فرماھے اور مجھ اور مومنین میں سے جو میرے ساتھ ہیں نجات ھے ھے ۔

(اظھر)

- ہر مشکل میں گرہ کشا اللہ تعالٰی کی ذات ہے۔ "فافتح" (تفسیر نور)
- پہلے آپ لوگوں کی مشکلات اور حل کے لئے دعا کریں اور معاشرے کی اصلاح کے لئے دعا کریں پھر اپنی نجات کی دعا کریں۔ "فافتح... بینی" (تفسیر نور)
- انبیاء کی دعاؤں میں مومنین بھی شامل ہوتے ہیں۔ "ونجنی و من معی من المومنین" (تفسیر نور)

119۔ فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَ مَنۡ مَّعَهٗ فِى الۡفُلۡكِ الۡمَشۡحُوۡنِ﴿۱۱۹﴾

پس ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں نجات ھے دی۔

(اظھر)

120۔ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا بَعۡدُ الۡبٰقِيۡنَ﴿۱۲۰﴾

پھر ہم نے غرق کردیے اس کے بعد باقی کو۔

(اظھر)

121۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۲۱﴾

یقیناً اس میں ایک آیت ہے، پر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

(اظھر)

122۔ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۲۲﴾٪

اور تمہارا رب تو وہ ہے عزیز و رحیم۔

(اظھر)

📖 کائنات کی تدبیر اس ذات کے ہاتھ میں ہے جو بالادســـت ہونے کے باوجود مہربان ہے۔ (کوثر)

قوم عاد

123۔ کَذَّبَتۡ عَادُ ۨالۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ۚۖ

عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔

(اظھر)

📖 سورہ اعراف از آیات 65 تا 72

سورہ ھود از آیت 50 تا 60

حم سجدہ آیت 13 تا 16

احقاف آیت 21 تہ 26

ذاریات آیت 41 تا 45

قمر آیت 18 تا 66

حاقہ آیت 4 تا 8

فجر آیت 6 تا 7

(فیضان الرحمٰن)

📖 عاد قوم ھود کے بزرگ کا نام ہے، وہ قوم اپنے جد کی وجہ سے مشہور ہوگئی. قوم عاد عربوں کا ایک طایفہ تھی جو یمن کے سرسبز علاقے میں آباد تھی اور احقاف جو سمندر کے کنارے ایک جگہ تھی وہاں یہ لوگ زندگی گزارتے تھے. ان کا ملک بڑا آباد تھا اور اکثر لوگ شہروں میں زندگی گزارتے تھے اور ان کے نبی کا نام حضرت ہود تھا. یہ نام قرآن میں 24 بار تکرار ہوا ہے. اس طرح قرآن میں ایک سورت کا نام احقاف (46) بھی ہے اور ایک کا نام ھود (11) بھی ہے. (تفسیر نور)

📖 1. قوم نوح کی بربادی کے بعد جس قوم کو خصوصی عروج حاصل ہوا وہ یہی قوم ہے. (سورہ اعراف آیت 29)

2. جسمانی ڈیل ڈول اور جسمانی قوت و طاقت اور صحت و سلامتی میں اپنی مثال آپ تھے. (ایضاً و سورہ فجر 8)
3. اونچے ستونوں والی بلند و بالا عمارتیں بنانے میں بڑے ماہر تھے. (فجر. آیت 7/6)
4. اپنی ترقی اور جسمانی قوت کی وجہ سے بڑی متکبر قوم تھی. (حم سجدہ آیت 15)
5. خود بھی جبار و سرکش تھے اور بڑے بڑے جباروں کی پیروکار تھے. (ھود.59)
6. گو وہ خدا کی ہستی کے منکر نہ تھے ہاں البتہ شرک فی العبادۃ میں مبتلا تھے. (اعراف. 70)

(فیضان الرحمٰن)

124۔ اِذۡ قَالَ لَہُمۡ اَخُوۡہُمۡ ہُوۡدٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾

جب ان کے بھائی ہودؑ نے ان سے کہا کہ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

(اسرار احمد)

125۔ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۲۵﴾

یقیناً میں تمہارا امانت دار رسول ہوں۔

(اظھر)

126۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۲۶﴾

پس تم اللہ کا تقویٰ اختیار اور میری بات مانو ۔

(اسرار احمد + وحیدالدین)

127۔ وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۷﴾

اور اس پر میں تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا، میرا اجر تو بس میرے رب العٰلمین پر ہے۔

(اظھر)

بلند مقبرے/محلات/بطشه

128۔ اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾

کیا تم ہر اونچی جگہ پر عبث نشانی بنتے ہو۔

(اظھر)

📖 اَلۡعَبَثُ ہر اس کام کو کہتے ہیں جس کی کوئی صحیح غرض نہ ہو، یا ایسا کام جس کا فائدہ معلوم نہ ہو، یا ایسا کام جس کے کرنے والے

کے سـامنے اس کی کوئی غرض متعین نہ ہو۔ اسـے معلوم نہ ہو کہ میں اسے کیوں کر رہا ہوں۔ بغیر مقصد اور غرض و غایت متعین کئے کوئی کام کرنا۔ اســی لیے کھیل کود کو عَبَثٌ کہتے ہیں*(تاج .راغب .محیط)۔ (لغات القرآن)

📖 "ریع": قرآن کریم میں ہے اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ [26:128] "کیا تم ہر بلند مقام پر اپنی عظمت کی یادگار کے طور پر) کوئی نہ کوئی نشــان بنالیتے ہو؟ اور وہ بھی بلا ضــرورت"۔ اس ســے مراد بلند عمارتیں ہیں جنہیں بطور یادگار(Memorials) بنایا جاتا ہے۔ اور جن کا مصرف کچھ نہیں ہوتا یادگار وہی بہتر ہو سکتی ہے جو آنے والوں کے لیے نفع بخش ہو۔ (لغات القرآن)

📖 یادگار عمارت صـرف اس غرض سـے بنانا کہ اپنی شـان و شـوکت کا اظہار ہو اپنی مہارت اور تمدن پر فخر و مباہات کرنا مقصـود ہو، اس کے علاوہ کوئی معقول مصـرف نہ ہو تو ایسـی عمارتوں کا بنانا عبث ہے۔ جیســا کہ آج کل رائج ہے کہ ایک غریب اور مقروض ملک جس کے بچوں کو تعلیم اور شــہریوں کو پینے کا صــاف پانی نہیں ملتا وہاں کروڑوں روپے کی یادگار عمارتیں بنائی جاتی ہیں جن کا کوئی مصرف نہیں ہے۔ (کوثر)

📖 روایات میں پڑھتے ہیں کہ نبی اکرمﷺ کے دوســتوں (اصــحاب) میں ســے ایک نے گھر کے اوپر ایک گنبد بنا رکھا تھا۔ آنحضــرتؐ ناراض ہوگئے۔ اس صــحابی نے وہ گنبد خراب کردیا۔ پھر حضــور نے ایک دن دیکھا کہ گنبد کا کیا ہوا۔ لوگوں نے بتایا کہ آپ کی ناراضــگی کی وجہ

سے وہ خراب کردیا گیا۔ اس وقت رسول پاک نے فرمایا: "ان کل بناء وبال علی صاحبہ الا مالا بد منہ" جو عمارت اس طرح بنائی جائے جس کی ضرورت نہ ہو، قیامت کے دن وہ اپنے مالک کے لئے وبال جان بن جائے گی۔ (تفسیر نور، بحوالہ تفسیر المیزان، مجمع البیان)

📖 انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ایک بلندوبالا قبہ دیکھا تو فرمایا: یہ کس کا مکان ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ فلاں انصاری کا مکان ہے۔ چند دن بعد مالکِ مکان آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا۔ آنحضرت نے اس سے منہ موڑلیا۔ اس نے کئی بار حضرت پر سلام کیا ہر بار آپ نے منہ موڑ لیا اور آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار دکھائی دینے لگے۔

وہ صحابی باہر آیا اور اس نے دوسرے صحابہ سے کہا کہ نہ جانے رسولِ کدا مجھ سے کیوں ناراض ہوگئے ہیں جب کہ میں نے تو کوئی ایسا کام نہیں کیا؟ صحابہ نے کہا: ہمیں اور تو کچھ معلوم نہیں ہے البتہ چند روز قبل آنحضرت نے تمہارا بلند و بالا مکان دیکھا اور ہم سے پوچھا کہ یہ مکان کس کا ہے؟

صحابی نے یہ سنا تو اپنے محل میں آیا اور اسے گرا کر زمین کے برابر کردیا۔ چند دن گزرے تو آنحضرتؐ اسی جگہ سے گزرے آپ کو وہاں کوئی قبہ دکھائی نہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں ایک قبہ تھا آج وہ دکھائی نہیں دیتا۔

صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس محل کے مالک آپ کے پاس آیا تھا، آپ نے اس سے بے توجہی کی تھی۔ اس نےہم سے آپ کی بے

توجہی کی وجہ پوچھی تھی تو ہم نے بتایا تھا کہ آنحضـــرت نے تیرا بلند و بالا محل دیکھ کر ہم ســے پوچھا تھا کہ یہ قبہ کس کا ہے تو ہم نے یترا نام لیا تھا۔ اس کے بعد وہ صـحابی آپ کے دربار سـے نکل کر یہاں گیا اور اس نے آتےہی اپنا سارا محل مسمار کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ کو قبہ دکھائی نہیں دے رہا۔

یہ ســن کر آپ نے فرمایا: ضــروری مکان کے علاوہ باقی ہر طرح کا مکان انسان کے لیے قیامت میں وبال ثابت ہوگا۔ (نورالثقلین)

📖 عمارت کســی مقدس نظریے اور موقف کی شــناخت کے لیے نہ ہو صرف فخر و مباہات کے لیے ہو تو اسراف اور قابل مذمت ہے۔ (کوثر)

129۔ وَ تَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ ﴿۱۲۹﴾

اور تم بڑے محلات بنتے ہو گویا تم نے ہمیشہ رہنا ہے۔
(اظھر)

📖 قرآن، محلوں میں بیٹھے اور عیاشـی کرنے پر تنقید کرتا ہے، عمارت پر تنقید نہیں کرتا۔ "تعبثون"

(پیداوار، تخلیق، فن و ہنر، وســائل و ذرائع کا اســتعمال میں لانا، انسـانی صـلاحیتوں سـے اسـتفادہ کرنا، سـب کچھ حقیقی ضـرورتوں کو پورا کرنے کی خـاطر ہونـا چاہئے، بے ہودہ کـاموں کے لئے نہیں) (تفسیر نور)

130- وَ اِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ ﴿۱۳۰﴾

اور جب پکڑتے ہو تو پکڑتے ہو بڑے جبار بن کر۔

(اظھر)

- اوپر کی تین آیات میں تین ایسے عمل بتائے گئے ہیں، جو یہ قوم کرتی تھی۔ اب اگر یہ اعمال بہت بُرے نہ صحیح، پر ناپسندیدہ ضرور تھے/ہیں۔

1. ایسے مانیومینٹ بنانا جن کا پرکٹیکلی کوئی فائدہ نہ ہو، ان پر اپنا وقت، طاقت، اور پیسہ خرچ کرنا فضول ہے۔
2. ایسے محلات بنانا جو استعمال میں نہ آئیں، اور یہ عمل ایسی روش کو جنم دیتی ہے کہ جیسے بندے کو اسی دنیا میں ہمیشہ رہنا ہو۔
3. اور جب پکڑتے ہو، حملہ کرتے ہو کسی پر، تو بہت ہی جابرانہ (چونکہ قوم عاد کے قد و بُت بہت بڑے تھے)، سرکشانہ، ظالمانہ انداز سے پکڑتے ہو۔ جیسے درختوں و چوپایوں کو بھی کاٹ دیا جائے، مار دیا جائے، پورے گائوں کو آگ لگا دی جائے، چھوٹے بچوں کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دو حصوں میں چیر پھاڑ دیا جائے، عورتوں سے بہت بُرا تشدد کیا جائے۔

- حضرت موسٰی علیہ السلام کا قصہ مختلف نوعیت کا تھا، شاید ان کی غلط روش یہ تھی کہ انہوں نے انسانی معبود بنا ڈالتے تھے۔
حضرت ابراہیم کا قصہ میں، قوم نے بول دیا ہم اصنام/بُتوں کو پوجتے ہیں، یعنی بُت معبود۔
اس کے بعد اب جن قوموں کا ذکر ہوگا، ان میں (اس سورۃ میں) شرک/بُت پرستی کا ذکر نہیں، بلکہ ان کی ایسی بُرائی کا ذکر کیا

گیا ہے، جس میں وہ شـــدید تھے، اور تاریخی اعتبار ســـے شـــاید وہ "پہلے" بھی تھے، یعنی poineer. اور اس وجہ ســـے وہ عـذاب کے مستحق بھی بنے. اور عذاب کے مستحق اس لیے بھی بنے کہ انہوں نے "مرسلین/پیغمبروں" کو جھٹلایا.

- البتہ وہ مشرک بھی تھے وہ سورہ ھود کی اس آیت سے ثابت ہوجاتا ہے:
- قَالَ اِنِّیۡۤ اُشۡہِدُ اللّٰہَ وَاشۡہَدُوۡۤا اَنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ ۙ۵۴ (ھود، 11:54)
ہودؑ نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں بری ہوں ان سے جنہیں تم شریک ٹھہرا رہے ہو اس کے سوا۔

- (اس سورہ کے ساتھ سورہ ھود، اور سورہ اعراف کی تلاوت بھی، ان قوموں کے بارے میں زیادہ تفصـــیل مہیا کرتی. اور اس ســـے پہلے سورہ قمر میں مختصراً انداز میں آچکا، (سورہ قمر میں انبیاء کے نبا ســـے نہیں ہے، بلکہ قوموں کا ذکر ہے کہ ان قوموں نے جھٹلایا، پھر کیسا رہا ہمرا عذاب و ڈرانا!)

- پر اس ســـورۃ میں ان کے شـــرک والے پہلو ســـے ہٹ کر دوســـری قباحتوں کی طرف اشارہ ہے.
- قوم نوح نے (دوسـری قباحتوں کے سـاتھ) کلاس سـسـٹم کی روش ڈالی، کہ ہم تمہاری پیروی کیوں کریں جس کی پیرو ارذلون ہیں.
- 111. قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لَکَ وَ اتَّبَعَکَ الۡاَرۡذَلُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

- قوم ثمود کے بارے میں ہے کہ وہ فســـاد کرتے تھے، اور اصـــلاح نہیں کرتے تھے (آیت 52)
- 152. الَّذِیۡنَ یُفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا یُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۲﴾

- قوم لوط لواطہ کرتے تھی:
- 165- اَتَاۡتُوۡنَ الذُّکۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِیۡنَ﴿۱۶۵﴾

- قوم شعیب/اصحاب الایکہ.. ناپ تول میں کمی کرتی تھی:
- 183- وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَہُمۡ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ﴿۱۸۳﴾

- ان سب قوموں نے کسی غلط روش کی بنیاد رکھی۔

1. انسانوں کو رب بنانا (فرعون)
2. پتھروں کو رب بنانا/ بُت پرستی (قوم ابراہیم)
3. امیری غریبی میں تفریق/racism (قوم نوح)
4. بے جا عمارتیں بنانا اور جسمانی طور پر خود سے کمزور پر ظلم کرنا (قوم عاد)
5. زمین میں فساد کرنا اور اصلاح نہ کرنا (قوم ثمود)
6. لواطہ کرنا (قوم لوط)
7. ناپ تول میں کمی کرنا/ تجارت میں بے انصافی (قوم شعیب)

- اگر دیکھا جائے تو یہ سب خباثتین موجودہ دور میں اپنے عروج پر پائی جاتی ہیں۔

131- فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ﴿۱۳۱﴾

پس اللہ کا تقویٰ کرو اور میرا کہنا مانو۔

(اظہر)

132۔ وَ اتَّقُوا الَّذِیۡۤ اَمَدَّکُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾

اور اس ذات سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری مدد کی ہے جنہیں تم جانتے ہو۔

(حسین نجفی)

📖 اللہ تعالیٰ نے تمہیں اولاد عطا کی ہے‘ مال و اسباب سے نوازا ہے‘ خوشحالی اور فارغ البالی دی ہے‘ وسیع خطۂ زمین بخشا ہے اور تمہاری اس زمین کو خصوصی طور پر زرخیز بنایا ہے۔ اور تم لوگ اس اللہ کو خوب پہچانتے ہو جس کی طرف سے تمہیں یہ تمام نعمتیں ملی ہیں۔ (اسرار احمد)

133۔ اَمَدَّکُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّ بَنِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾

تمھاری مدد کی چوپایوں سے اور اولاد سے۔

(اظھر)

134۔ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوۡنٍ ﴿۱۳۴﴾

اور باغوں سے اور چشموں سے۔

(اظھر)

135۔ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۳۵﴾

مجھے تمہارے متعلق خوف ہے یومِ عظیم کے عذاب سے۔

(اظھر)

136- قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَيۡنَاۤ اَوَ عَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَكُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِيۡنَ ﴿۱۳۶﴾

انہوں نے جواب دیا کہ (اے ہود) ہمارے لیے برابر ہے خواہ تم وعظ کرو یا نہ کرو ۔

(اسرار احمد)

ہم پر برابر ہے، یعنی کہہ رہے، ہمیں کچھ فرق نہیں پڑتا... تم اپن یہ نصیحت/واعظ کرو یا نہ کرو...

137- اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۳۷﴾

کہ یہ ہیں بس پہلے لوگوں کی باتیں۔

(اظهر)

138- وَ مَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۱۳۸﴾

اور ہم نہیں ہیں (کوئی) عذاب (شذاب) کیے جانے والے۔

(اظهر)

قوم عاد کو ہم بہت پرانی قوموں میں سے تصور کرتے ہیں جو قوم نوح کے بعد وجود میں آئی۔ (اور ان سے پہلے کتنے انبیاء گزرے، چند ایک کے علاوہ ہمیں نام بھی نہیں معلوم) پر اُن کی باتیں بھی وہیں ہیں جو آج کے دور کے لوگوں کی باتیں ہیں کہ "یہ تو پچھلے لوگوں کی باتیں، ایسا ویسا کچھ نہیں ہوتا، بس اگلوں کی کہانیاں ہیں، اور ہم پر کچھ عذاب نہیں ہونے والا۔"

ایک پیغام اگر بار بار موصول ہو تو ہمیں اس طرف زیادہ راغب ہونا چاہیے، کہ بھلا ہر کچھ عرصہ بعد کوئی ایک آتا ہے اور ایک ہی بات کیوں دُھراتا ہے؟ پر بجائے ہم اُس پر کان دھرنے کے، یہ کہہ کر اُسے پسِ پُشت ڈال دیتے کہ یہ تو پرانی کہانیاں ہیں، اگلے لوگوں کی باتیں ہیں!

اور اللہ تعالٰی نے اس بات کو سورہ کے شروع میں ہی بیان کردیا کہ ان کے پاس کوئی نئیں بات نہیں آتی مگر یہ اس سے اعراض کرتے ہیں:

- وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ٥ (شعراء)

139- فَكَذَّبُوْهُ فَاَہۡلَکۡنٰہُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰ لِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۹﴾

پس انہوں نے جھٹلایا اس کو تو ہم نے بھی انہیں ہلاک کرڈالا، بے شک اس میں ایک آیت ہے، پر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔
(اظھر)

- قرآن نے بار بار اکثریت پر تنقید کی ہے اس سورت میں بھی چند بار آیا ہے کہ "وما کان اکثرھم مومنین" انبیاء کی تاریخ نقل کرنے کے بعد اس آیت کا تکرار ہوا ہے۔ (تفسیر نور)

- لوگوں کی اکثریت تمہیں فریب نہ دے۔ حق کو زیادہ لوگوں میں جستجو نہ کرو۔ حق و باطل کی شناخت کا معیار اقلیت یا اکثریت نہیں۔ "وما کان اکثرھم مومنین" (تفسیر نور)

140- وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۴۰﴾٪

اور تمھارا رب تو یقیناً وہ زبردست ہے،رحمت والا ہے۔
(وحیدالدین)

قوم ثمود

141- كَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۴۱﴾

جھٹلایا ثمود نے رسولوں کو۔

(اظھر)

- سورہ اعراف آیت 73 تا 79
- سورہ ہود آیت 61 تا 68
- سورہ حجر آیت 80 تا 84
- سورہ بنی اسرائیل آیت 59
- سورہ نمل آیت 45 تا 53
- سورہ ذاریات آیت 43 تا 45
- سورہ قمر آیت 23 تا 31
- سورہ حاقہ 4 تا 5
- سورہ فجر 9
- سورہ شمس 11

(فیضان الرحمٰن)

142- اِذۡ قَالَ لَهُمۡ اَخُوۡهُمۡ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۴۲﴾

جب کہا ان سے ان کے بھائی صالح نے، کیا تم ڈرتے نہیں؟

(اظھر)

143- اِنِّىۡ لَكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِيۡنٌ ﴿۱۴۳﴾

یقیناً میں تم پر ایک امانت دار رسول ہوں۔

(اظھر)

144- فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۴۴﴾

پس اللہ کا تقوٰی اختیار کرو اور میرا کہا مان لو۔

(اظھر)

145- وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۴۵﴾

اور میں تم سے کوئی اجرت بھی نہیں مانگتا، میرا اجر میرے رب کے اوپر ہے۔

(اظھر)

- تمام انبیاء علیہم السلام کی منزل ایک ہے تو راستہ ایک ہے۔ ہدف ایک ہے تو طرز کلام ایک ہے۔ مقصد ایک ہے تو منطق ایک ہے۔ نیت ایک ہے تو سیرت ایک ہے۔ (کوثر)

- وہی الٰہی پیغام جو تمام انبیاء علیہم السلام کا پیغام ہے۔ پیغام کی وحدت، پیغام دہندہ کی وحدت کی دلیل ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام ایک ہی رب کی طرف سے آئے ہیں۔ (کوثر)

- تمام انبیاء کا ایک ہی پیغام تھا۔ جو انبیاء کی سیرت پر چلنا چاہتا ہے، چاہیے کہ اختلافات میں الجھنے کے بجائے، صرف رب کی طرف بلایا جائے، رب کی طرف دعوت دی جائے، رب کو پکارا جائے، رب سے لو لگائی جائے، رب کو مانا جائے اور رب کی مانی جائے۔
سارے انبیاء نے یہی کیا، سارے ائمہ نے یہی کیا، سارے اصحاب نے یہی کیا، سارے اولیاء نے یہی کیا۔

اور جو ان سے شخصیات سے بھی محبت کرتا ہے، چاہیے کہ انہی کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے، محبت کا ثبوت دیتے ہوئے، انہی کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے، وہی کیا جائے جو انہوں نے کیا۔ یعنی صرف رب کی طرف سیدھا ہوکر چلنا چاہیے۔ صرف اُسی سے دعا کرنی چاہیے، صرف اسی پر توکل کرنی چاہیے، صرف اُسی سے کل محبت رکھنی چاہیے۔

📖 تاریخ کو بیان کرتے وقت اہم نکات کی طرف متوجہ کرنا چاہیے نہ ایسے مسائل کی جانب کہ جنہیں جاننے یا نہ جاننے سے کوئی نفع یا نقصان نہیں ہوتا۔ ان قصوں میں لوگوں کی تعداد، جگہ کا نام، تاریخ یا پیش آنے والے دوسرے واقعات یا جزئی حالات کی جانب اشارہ نہیں ملتا، کیونکہ جو چیز باعث عبرت ہے وہ حق اور باطل کی الگ پہچان اور حق کی باطل پر کامیابی ہے، جسے بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر نور)

146- اَتُتۡرَكُوۡنَ فِىۡ مَا هٰهُنَاۤ اٰمِنِيۡنَ﴿۱۴۶﴾

کیا تم چھوڑے جاؤگے ان (نعمتوں) میں یہاں امن سے۔

(اسرار احمد)

147- فِىۡ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوۡنٍ﴿۱۴۷﴾

باغوں اور چشموں میں۔

(اظھر)

148- وَّ زُرُوۡعٍ وَّ نَخۡلٍ طَلۡعُهَا هَضِيۡمٌ ﴿۱۴۸﴾

اور کھیتیوں اور نرم و ملائم خوشوں والی کھجوروں میں۔

(اسرار احمد)

149- وَ تَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ ﴿۱۴۹﴾

اور تم پہاڑوں کو تراش کر فخریہ گھر بناتے ہو۔

(اظهر)

وَكَانُوۡا يَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا اٰمِنِيۡنَ ۸۲ (حجر، 15:82)

فَرُہَ ۔ یَفْرُہُ ۔ حاذق اور ماہر ہونا۔ چست اورپھرتیلا ہونا۔ حسین و جمیل ہونا۔ اس سے اسم فاعل فَارِہٌ آتا ہے، اس کی جمع فَارِ ھُوْنَ اور فَارِھِیْنَ ہے ۔ اَ لْفَارِھَۃُ ۔ حسین و ملیح نوجوان لونڈی۔ نیز بہت زیادہ کھانے والی کو بھی کہتے ہیں۔ فراء نے کہا ہے کہ فَرِہَ میں ھاء دراصل حاء کی جگہ ہے۔ یعنی فَرِحَ جس کے معنی اکڑنا اور اترا کر چلنا ہیں**(تاج و محیط و راغب)۔ قرآن کریم میں قوم ثمود کے متعلق ہے وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا فٰرِھِیْنَ[26:149]۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ تم بڑی مہارت سے پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں محلات اور قلعے بناتے ہو، اور دوسرے معنی یہ کہ تم پہاڑوں میں اتنے اتنے بڑے مکانات بناتے ہو جن پر تمہیں خاص طور پر فخر ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں معانی کو یک جا سامنے رکھا جائے تو اس سے مراد ایسی حسین و جمیل عمارات ہوں گی جنہیں نہایت صنعت کاری اور فخر کے ساتھ بنایا جائے۔ (لغات القرآن)

📖 وم ثمود کی ان تراشیدہ عمارتوں کے آثار آج بھی نمایاں طور پر مدینے اور تبوک کے درمیان العلا اور الحجر کے مقامات پر موجود ہیں۔
کھوج لگانے والوں کو الحجر کے علاقوں میں بہت سے آثار اور کتبے ملے جن سے اس قوم کے تمدن کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو دائرۃ المعارف الاسلامیہ مترجم ۷:۳۱۹ (کوثر)

✏ سیاق آیات کو دیکھتے ہوئے، جس جگہ وہ لوگ رہتے تھے، یا جو کام وہ کیا کرتے تھے، ضروری نہیں کہ ہم انہیں "برائی" میں کائونٹ کریں۔ بکہ یہ وہ نعمتیں تھیں جو ان کو یاد دلائی جا رہی، کہ جن باغوں اور چشموں میں وہ رہتے تھے، کہ کھیتون اور پھلوں کی کثرت تھی، اور ساتھ ساتھ اللہ نے جسمانی طور ان کو اس نعمتوں سے بھی نوازا کہ وہ بڑے بڑے کام بھی کر لیتے تھے، جیسے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنانا۔

150- فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾
پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔
(جوناگڑھی)

151- وَ لَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾
اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے حکم کی اطاعت نہ کرو۔
(بلاغ القرآن)

152- الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ﴿۱۵۲﴾

جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

(بلاغ القرآن)

153- قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ﴿۱۵۳﴾

انہوں نے کہا تم نہیں ہو مگر سحر زدہ (لوگوں) میں سے۔

(اظہر)

154- مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴿۱۵۴﴾

اور تم نہیں ہو مگر ہمارے جیسے ایک بشر، پس لے آئو نشانی اگر تم ہوں سچوں میں سے۔

(اظہر)

155- قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴿۱۵۵﴾

(صالح نے) کہا: یہ ایک اونٹنی ہے، ایک مقررہ دن اس کے پانی پینے کی باری ہو گی اور ایک مقررہ دن تمہارے پانی پینے کی باری ہو گی۔

(بلاغ القرآن)

✎ **اگرچہ "یوم معلوم"، ایک مخصــوص دن/مقرر دن/معین دن، عربی متن میں ایک ہی بار آیا، پر اردو میں ترجمہ زیادہ روانی سے کرنے کے لیے دو بار دُہرانا پڑ رہا۔**

156- وَ لَا تَمَسُّوۡہَا بِسُوۡٓءٍ فَیَاۡخُذَکُمۡ عَذَابُ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۵۶﴾

اور اسے برائی کے ساتھ ہرگز نہ چھونا پھر تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑلے گا۔

(اظھر)

صبح

157- فَعَقَرُوۡہَا فَاَصۡبَحُوۡا نٰدِمِیۡنَ ﴿۱۵۷﴾

پھر کاٹ ڈالا اسکو پس صبح کو نادم پڑے رہ گئے۔

(اظھر)

- وَاَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دِيَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَۙ‏ ٦٧(هود، 11:67)

- "فاصـبحوا" غالباً مراد "صـبح" ہی ہے، کہ جس کی دلیل سـورہ هود میں ملتی ہے کہ
- " پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے" (هود، 11:67)

- نہ صرف قوم ثمود، بلکہ قوم لوط بھی
- "۔۔ ان کی تباہی کے لیے صبح کا وقت مقرر ہے۔ صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے" (هود، 11:81)
- "صبح سویرے ایک اٹل عذاب نے انکو آن لیا۔" (قمر، 54:38)

- اور قوم شعیب بھی صبح کو
- "پس صبح کو رہ گئے اپنے گھروں کے اندر اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔" (اعراف، 7:91) (هود، 11:94) (عنکبوت، 29:37)

- ان آیات کی روشنی میں شاید یہ مفروضہ بنایا جا سکتا ہے کہ صبح کا وقت جہاں اللہ کی رحمت کے لیے بابرکت ہے تو وہاں منکرین کے لیے سخت بھی ہے۔

(یعنی یہ وقت ہے جب اللہ کے فرشـتے نازل ہوتے ہیں، اور آسـمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، پھر جن پر رحمت برسانی ہوتی ہے، رحمت برسـتی ہے، اور جن پر لعنت برسـانی ہوتی ہے ان پر لعنت پرسـتی ہے۔)

- جیسا کہ اللہ نے اکثر حکم دیا ہے کہ دن کے دونوں کناروں پر اللہ کی حمد و تسبیح کرو۔
- اور دیکھو ، نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر۔ درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں۔ یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں۔

- اور صبح کا قرآن کی خصوصاً تاکید کی گئی ہے:
- اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوۡكِ الشَّمۡسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيۡلِ وَقُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ‌ؕ اِنَّ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُوۡدًا ۷۸ (اسراء، 17:78)
نماز قائم کرو سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک اور خاص کر فجر کی قرأت بے شک فجر کی قرأت مشہود ہوتی ہے۔

- حضـرت علی فرماتے ہیں: "اگرچہ اونٹنی کو مارنے والا آدمی ایک تھا لیکن ساری بستی کے لوگ اس آدمی کے کام پر راضی تھے اس لئے عذاب سب کو شامل ہوگیا۔ (نہج البلاغہ خطبہ 199)

- قومِ صالح کا قصہ کی تفصیل سـورہ اعراف آیت 77 کے ضـمن میں تفسیر نورالثقلین امام کی زبانی نقل کیا گیا ہے۔

📖 جو کوئی بھی دوسرے کے کام کرنے میں راضی ہوگا تو اس کام کے اجر یا گناہ میں بھی شریک ہوگا۔ "فعقروھا" (تفسیر نور)

158- فَاَخَذَہُمُ الۡعَذَابُ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۵۸﴾

پس پکڑ لیا انکو عذاب نے، بے شک اس میں ایک نشانی ہے، پر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

(اظھر)

159- وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۵۹﴾

اور تمہارا رب تو یقیناً عزیز و رحیم ہے۔

(اظھر)

قومِ لوط

160- کَذَّبَتۡ قَوۡمُ لُوۡطِ ۣالۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۶۰﴾

جھٹلایا مرسلین کو قوم لوط نے۔

(اظھر)

📖 اعراف آیت 80 تا 84

ھود آیت 74 تا 83

حجر آیت 57 تا 77

انبیاء آیت 71 تا 75

نمل آیت 54 تا 58

عنکبوت آیت 28 تا 35

صافات آیت 133 تا 138

قمر آیت 33 تا 39

(فیضان الرحمٰن)

161- اِذۡ قَالَ لَہُمۡ اَخُوۡہُمۡ لُوۡطٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۱﴾

جب کہا ان کے بھائی لوط نے کیا تم ڈرتے نہیں؟

(اظہر)

162- اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۶۲﴾

یقیناً میں تمہارے لیے رسول امین ہوں۔

(اظہر)

163- فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۶۳﴾

پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔

(اظہر)

164- وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۴﴾

اور میں اس پر تم سے کسی اجرت کا کا سوال بھی نہیں کرتا، کہ میرا اجر تو رب العٰلمین کے اوپر ہے۔

(اظہر)

165- اَتَاۡتُوۡنَ الذُّکۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۵﴾

کیا تم عالمین میں سے مردوں کے پاس آتے ہو۔

(اظہر)

🕮 ان قوموں کا زیادہ بُت پرستی کا ذکر ہی نہیں ہے، ہوں گی شاید، مشرک قومیں بھی ہوں گی، یا خدا کے منکر ہوں گے، پر اصل برائی ان کی اخلاقی برائی کا ذکر کیا ہے۔ جو معلوم ہوتا ان کی تباہی کا باعث بنی ہے، تجارتی بد دیانتی، تکبر، بدکاری اس طرح... یعنی قومِ شعیب کی بُت پرستی کا ذکر نہیں کیا، قومِ لوط کی بُت پرستی کا ذکر نہیں کیا، قومِ صالح و عاد کا بُت پرستی کا ذکر نہیں ہے، ... پر نمایاں چیز ان کی، particular moral، وہ بیان کیا ہے، ... (حافظ احمد یار، آڈیو 127، @27:00)

166- وَ تَذَرُوۡنَ مَا خَلَقَ لَكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ عٰدُوۡنَ﴿۱۶۶﴾

اور تمہارے رب جو تمہارے ازواج میں سے تمہارے لیے خلق کیا ہے اسے چھوڑ دیتے ہو، بلکہ تم بڑے حد سے گزرنے والی قوم ہو۔
(اظہر)

🕮 جو کوئی لواط کا مرتکب ہوگا اس کی سزا قتل ہے۔ یہ عمل اس قدر برا ہے اگر کوئی آدمی یہ عمل کسی حیوان کے ساتھ انجام دے تو اس کا گوشت حرام ہوجاتا ہے، اس حیوان کو ذبح کردیا جائے اور اس کی لاش کو جلا دیا جائے۔ (تفسیر نور)

🕮 آسمانی کتابیں انسان کو ازدواج کی طرف ترغیب دیتی ہیں۔ "خلق لکم ربکم من ازواجکم" (تفسیر نور)

📖 ازدواجی حیثیت انسان کے لئے اللہ کی نشانی اور منفعت بخش ہے۔ "خلق لکم ربکم" (تفسیر نور)

167- قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهِ يٰلُوۡطُ لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُخۡرَجِيۡنَ ﴿۱۶۷﴾

انہوں نے کہا کہ اے لوط ! اگر تم باز نہ آئے تو یہاں سے نکال باہر کیے جاؤ گے۔

(اسرار احمد)

168- قَالَ اِنِّىۡ لِعَمَلِكُمۡ مِّنَ الۡقَالِيۡنَ ﴿۱۶۸﴾

اس نے کہا میں تمہارے کرتوتوں سے سخت بیزار ہوں۔

(سید قطب+اسرار احمد)

📖 برے کام سے نفرت اور بیزاری زبانی بھی ہونی چاہیے اور عملی بھی۔ "قال انی لعملکم من القالین" (تفسیر نور)

169- رَبِّ نَجِّنِىۡ وَ اَهۡلِىۡ مِمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾

اے میرے رب، تو مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے عمل سے نجات دے ۔

(وحیدالدین)

فَمَا وَجَدۡنَا فِيۡهَا غَيۡرَ بَيۡتٍ مِّنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۵۱ ذاریات: ۳۶﴾
وہاں ہم نے ایک گھر کے علاوہ مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

📖 "رب نجنی" صرف پریشانی کافی نہیں بری فکر سے رہائی اور مرکز فساد سے نجات کا سوچنا چاہیے۔ (تفسیر نور)

📖 چونکہ پوری آبادی میں حضــرت لوط علیہ الســلام کے گھر کے علاوہ کوئی شخص دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ فرمایا:
فَمَا وَجَدنَا فِيهَا غَيرَ بَيتٍ مِّنَ المُسلِمِينَ ﴿﴾(۵۱ ذاریات: ۳۶)
وہاں ہم نے ایک گھر کے علاوہ مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔ (کوثر)

170- فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ﴿۱۷۰﴾

پس ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دے دی۔
(اظھر)

171- اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ﴿۱۷۱﴾

سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔
(حسین نجفی)

172- ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴿۱۷۲﴾

پھر دوسروں کو ہم نے ہلاک کردیا۔
(اظھر)

173- وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ﴿۱۷۳﴾

اور ہم نے برسائی ان پر ایک بارش تو بہت ہی بری تھی وہ بارش جو ان لوگوں پر برسی جنہیں خبردار کردیا گیا تھا۔
(اسرار احمد)

174- اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةًؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ﴿۱۷۴﴾

یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے، پر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔

(اظھر)

175- وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ﴿۱۷۵﴾٪

اور تمہارا رب تو بے شک عزیز و رحیم ہے۔

(اظھر)

أصحاب الایکة/قومِ شعیب

176- کَذَّبَ اَصۡحٰبُ لۡـَٔیۡکَةِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ﴿۱۷۶﴾ۚۖ

اصحاب الایکه نے بھی مرسلین کی تکذیب کی۔

(اظھر)

- سورہ اعراف آیت 85 تا 93

  سورہ ھود آیت 84 تا 95

  سورہ عنکبوت آیت 36 تا 37

  (فیضان الرحمٰن)

- اس سورت میں یہ ساتویں نبی ہیں جن کا قصہ بیان کیا جارہا ہے۔ یہاں بیان ہونے والے انبیا کے سارے قصوں میں یہ آیت "قال لھم اخوھم" تکرار ہوتی رہی ہے۔ لیکن حضرت شعیب کے لئے کلمہ "اخوھم" استعمال نہیں ہوا۔ (تفسیر نور)

📖 حضرت شعیب علیہ السلام مدین اور ایکہ دونوں کے باشندوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ چنانچہ سورہ اعراف میں فرمایا :وَ اِلٰی مَدیَنَ اَخَاہُم شُعَیبًا اور اس سورہ میں فرمایا :اِذ قَالَ لَہُم شُعَیبٌ لیکن یہاں یہ اختلاف موجود ہے کہ کیا مدین اور ایکہ دو مختلف علاقے اور قومیں ہیں یا یہ دونوں ایک ہی قوم کے دو نام ہیں؟ بعض اہل تحقیق کے مطابق یہ دونوں ایک قوم اور دو قبیلے تھے۔ (کوثر)

📖 ایکہ اور مدین والے دو الگ قبیلے تھے مگر ان کے جد اعلٰی ایک ہی تھے۔ یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ ان دونوں قبیلوں کے ایک ہی رسول بھیجے گئے تھے۔ یعنی جناب شعیب۔ (فیضان الرحمٰن، ج7، ص100)

✎ سورہ اعراف میں بھی چند انبیاء کا ذکر ہے (یعنی حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، اور حضرت شعیب علیہم السلام، اور حضرت موسٰی علیہ السلام (سات انبیاء)
حضرت آدمؑ کے لیے کسی قوم کا ذکر نہیں آتا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام کا ذکر آیت 103 کے بعد آتا، اور ان کے لیے آیت آتی ہے کہ ہم نے پھر موسٰی کو اٹھایا اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور سرداروں کی طرف... حضرت موسٰیؑ فرعون کا بھائی نہیں تھا اس لیے "اخاھم" کہا بھی نہیں گیا۔
حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں بھی ہے کہ وہ جس قوم کے ساتھ رہتے تھے وہ ان بھائی بند نہیں تھے، اس لیے ان کے لیے بھی "اخاھم" نہیں آیا۔

اور نوح علیہ السلام کے لیے نہیں آیا، یہ ایک معمہ رہ جاتا کہ کیوں نہیں آیا۔

✎ پھر یہ سورہ شعراء آجاتی جس میں سات انبیاء کا تذکرہ ہے یعنی حضرت موسٰیؑ، حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیب علیہم السلام۔
اس میں حضرت موسٰی اور ابراہیم علیہم السلام کا ذکر مختلف انداز سے ہے، پھر سب انبیاء کے لیے "اخوھم" کا لفظ آتا، سوائے حضرت شعیب علیھم السلام کے۔
یعنی اس سورہ میں حضرت نوح و لوط علیہم السلام کے لیے بھی "اخوھم" کا لفظ آگیا۔ جو پچھلی سورہ (اعراف) میں نہیں آیا تھا۔
اب اگر ایک ہی بات ہوتی تو یہ مفروضہ بن سکتا تھا کہ انبیاء جب اپنے ہی قوموں میں مبعوث ہوئے تو "اخا" "اخو" کہا گیا، جب دوسری قومں میں گئے تو "نہیں" کہا گیا۔
پر دونوں سورتوں کو ملاتے تو منطق کینسل ہوجاتی۔ (کہ حضرت نوح و لوط کے لیے اس سورہ میں "اخوھم" بھی آگیا)
ہوسکتا اس کے پیچھے کوئی حکمت ہو۔ پر عرفہ عام میں یہ کہا جا سکتا کہ یہ لفظ بس اندازِ بیان ہے۔
لاجیکلی کوئی نبی کسی اجنبی قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوسکتا، جو ان کو جانتے بھی نہ ہوں، کہ اس طرح ایمان نہ لانا زیادہ ممکن بن جاتا کہ جو قوم کسی شخص کو جانتی بھی نہ ہو، نہ کبھی دیکھا ہو، (اور ممکناً نہ زبان سمجھتی ہو) اس کی باتوں پر کیسے ایمان لے آئے... اس لیے یقیناً ہر نبی یا تو اس قوم میں سے ہی تھا (نسلی طور پر) یا ان کے درمیان اتنا عرصہ ضرور رہا کہ ان کو

اپنا "بھائی" کہہ سکے۔ (اس لیے اخا/اخو میں بس ایک بھائی چارہ والی بات ہے۔ کہ وہ قومیں ان انبیاء کو اچھے ســـے جانتی تھی، وہ ایک عرصہ دراز ان میں رہیں، اور وہ ان کی عادات، صداقت، امانت داری وغیرہ کو اچھے سے جانتے تھے... (انی لکم رسول لامین : 107 حضرت نوح، 125 حضرت ہود، 143 حضرت صالح، 162 حضرت لوط، 178 حضرت شعیب علیھم السلام)

177- اِذۡ قَالَ لَہُمۡ شُعَیۡبٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۷﴾

جب کہا شعیب نے ان کو کیا تم ڈرتے نہیں؟

(اظھر)

178- اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۷۸﴾

میں تم پر ایک امانت دار رسول ہوں۔

(اظھر)

179- فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۷۹﴾

پس ڈرو اللہ سے اور میری اطاعت کرو۔

(اظھر)

180- وَ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۸۰﴾

اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، کہ میرا اجر بس رب العٰلمین کے اوپر ہے۔

(اظھر)

181- اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ لَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُخۡسِرِیۡنَ ﴿۱۸۱﴾

پیمانوں کو پورا بھرا کرو اور خسارہ پہنچانے والوں میں سے مت بنو۔

(اظھر)

182- وَ زِنُوۡا بِالۡقِسۡطَاسِ الۡمُسۡتَقِیۡمِ ﴿۱۸۲﴾

اور وزن کرو ترازو سے بالکل سیدھی (و صحیح)۔

(اظھر)

183- وَ لَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَہُمۡ وَ لَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ ﴿۱۸۳﴾

اور لوگوں کی اشیاء میں بخس نہ کرو اور مفسد بن کر زمین میں بدمعاشی نہ کرو۔

(اظھر)

- اَلْبَخْسُ ۔ کم کرنا ۔ ظلم کرنا*(تاج)۔ (حقوق میں کمی کرنے کا نام ظُلْمٌ ہے) ... بَخْسٌ کے معنی حق سے کم دینا یا حق میں کمی کرنا ہیں*(تاج)۔ اَلْبَاخِسُ ۔ تھوڑی سی ناقص چیز**(راغب) (لغات القرآن)

- ان آیات میں 12 امر ہیں اور2 نہی ہیں، جو ایک دوسرے کو مکمل کرتی ہیں۔ "اوفوا ... ولاتکونوا" اور "زنوا... لاتبخسوا" (تفسیر نور)

- روایات میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی اجناس کی خامیاں خریدار کو نہ بتائے تو اللہ کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں اور جو

لوگ مکروحیلے سے دوسروں کو فریب دیتے ہیں اور وہ سب سے برے لوگ ہیں۔ (تفسیر نور بحوالہ غرر الحکم)

✎ روایات میں ہے کہ جب لین دین کرو تو زیادہ دو اور کم لو۔ دینے والا زیادہ دے، اور لینے والا کم لے۔ (خریدار پیسے زیادہ دے اور چیز بھلے کم لے، اور دکاندار اشیاء زیادہ دے پیسے بھلے کم لے۔)

184- - وَ اتَّقُوا الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَ الۡجِبِلَّۃَ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۸۴﴾

اور ڈرو اس سے جس نے تمہیں خلق کیا اور تم سے پہلی نسلوں کو۔

(اظھر)

185- قَالُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مِنَ الۡمُسَحَّرِیۡنَ ﴿۱۸۵﴾

کہنے لگے یقیناً تم پر جادو کردیا گیا ہے۔

(اظھر)

186- وَ مَاۤ اَنۡتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَ اِنۡ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۱۸۶﴾

اور تم کچھ نہیں مگر ہماری طرح ایک (عام) بشر اور ہم تو گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔

(اظھر)

187- فَاَسۡقِطۡ عَلَیۡنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنۡ کُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۱۸۷﴾

پس تو گرادے آسمان سے ایک ٹکڑا ہم پر اگر تو سچوں میں سے ہے۔

(اظھر)

188- قَالَ رَبِّيٓ اَعۡلَمُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ﴿۱۸۸﴾

(شعیب علیہ السلام نے) کہا میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کررہے ہو۔

(اظھر)

189- فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴿۱۸۹﴾

جھٹلایا انہوں نے اس کو تو ہمارے بھی سائے والے دن کے عذاب نے انکو پکڑ لیا۔ یقیناً وہ ایک بڑے دن کا عذاب تھا۔

(اظھر)

📖 لظِّلُّ ۔ (جمع ظِلَالٌ) سایہ۔ دھوپ نہ ہونا۔ عام طور پر جو سایہ مغرب کی طرف پڑے (یعنی زوال آفتاب تک کے وقت کا سایہ) و ظِلٌّ کہلاتا ہے اور جو مشـــرق کی طرف پڑے (یعنی زوال آفتاب کے بعد مغرب تک کے وقت کا سایہ) اسے فِیْءٌ کہتے ہیں*(تاج)۔ابن فارس نے کہا ہے کہ اس کے بنیادی معنی ہیں ایک چیز کا دوســری چیز کو چھپا لینا۔ (لغات القرآن)

📖 چنانچہ انہیں ســائبان کے دن کے عذاب نے گرفت میں لے لیا۔ اس جگہ مزید تشـریح، آیات اور مسـتند احادیث سے نہیں ملتی۔ ممکن ہے جیســے ان لوگوں نے مطالبہ کیا تھا کہ آســمان ســے ان پر ٹکڑا گرے، اسی سائبان سے ان پر بڑا عذاب آگ کے ٹکڑوں کی شکل میں گرا ہو۔

ایکہ اور مدین کے علاقے مختلف ہونے پر ایک قرینہ یہ ہے کہ ان دونوں علاقوں پر آنے والے عذاب مختلف تھے۔ مدین والوں پر عذاب

دھماکے کی شـــکـل میں آیـا :فَـاَخَـذَتہُمُ الرَّجفَـۃُ .. (۷ اعراف:۷۸)
اور ایکہ والوں پر یَوۡمِ الظُّلَّۃِ کا عذاب آیا۔ (کوثر)

"اِنَّہ کَانَ عَذَابَ یَومٍ عَظِیمٍ" (بڑے دن کا عذاب) سے مراد شـاید عرفہ عام میں "ایک بہت بڑا عذاب تھا"، یا شـــاید بڑے دن ســـے مراد "قیامت" ہے، تو اُس کے عذاب میں ســـے ایک عذاب تھا۔ یعنی اس دن کی سختی سے ایک عذاب اکتباس کیا گیا۔ (واللہ اعلم)

سـورہ اعراف کی آیت 91 سـے اور یہاں سـورہ شـعراء کی آیت 189 سے مستفاد ہوتا ہے کہ اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ کے عذاب کی کیفیت جدا جدا تھی۔ یعنی اول الذکر زلزلے کے جھٹکوں ســـے تہس نہس ہوئے تھے اور ثانی الذکر سائبان والے عذاب سے یعنی چھتری کی طرح ان پر بادل چھا گیا۔ لوگ دھوپ کی شـدت سے بے قرار تھے وہ اس کی طرف دوڑے کہ اس کے ســایہ میں ســکون حاصــل کریں مگر اس ســـے پانی کی بجائے آگ برســنے لگی جس نے انہیں جلاکر بھسم کردیا (فیضان الرحمٰن، بحوالہ جلالین، ج7، ص102)
اور بعض مفســرین نے دونوں عذابوں کو جمع کرنے کی کوشــش کی ہے۔ واللہ العالم (فیضان الرحمٰن)

190- اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۹۰﴾
یقیناً اس میں بھی (غور کرنے والوں کے لیے) ایک نشانی ہے، پر اکثر ان میں سے ایمان لانے والے نہیں۔
(اظھر)

✎ یہ جو لوگ بولتے رہتے ہیں۔ نشـانی لے آئو، نشـانی لے آئو، تو کیا کیا نشانیاں ہم نے ماضی میں نہیں دکھائی۔ پھر نشانی / عذاب آنے کے بعد کسی کو موقع نہیں دیا جاتا۔
اگرچہ یہ ساری کائنات، زمین آسمان سب ہماری نشانیاں ہیں۔ (آیت 7،8)... اس کے باوجود وہ مخصوص نشانیاں بھی دکھائی جو امتوں نے ڈمانڈ کی۔ پھر دیکھ لو کیا انجام ہوا ان کا!

191- وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۹۱﴾٪

اور یقیناً تمہارا رب ہی عزیز و رحیم ہے۔
(اظھر)

🕮 قوم شعیب کے عذاب سے متعلق چند ایک تعبیریں نقل ہوئیں ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے:
زلزلہ کے سـاتھ تباہ ہوگئے (اعراف، 89)، دوسـری جگہ فرمایا: ایک زوردار آواز نے انہیں نابود کردیا (ھود۔ 96)، اس مقام پر بادل کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔
تینوں مطالب کو جمع کیا جائے تو اس طرح مفہوم سامنے آئے گا کہ سـیاہ بادل کی کڑک دار آواز نے زلزلہ برپا کیا اور اس دھماکے کے خوف سے ان کی جان نکل گئی۔ ہوسکتا ہے زلزلہ کا عذاب أصحاب مدائن کے لئے ہو اور کالا بادل أصـحاب ایکہ کے لئے ہو، چونکہ ان دونوں قبیلوں کے نبی حضرت شعیبؑ تھے۔
سـورہ اعراف میں أصحاب مدائن پر حضـرت شـعیب کی رسـالت کا ذکر آیا ہے، اور بیان ہوا کہ وہ ایک زلزلہ سـے ہلاک ہوئے جبکہ اس سـورت میں أصحاب ایکہ پر حضـرت شـعیب کی رسـالت کا ذکر ہے۔
(تفسیر نور)

📖 یہاں انبیاء الرسل علیہ السلام کا بیان ختم ہوا۔ اس کے بعد اب ایک طویل رکوع آ رہا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ سے خطاب ہے۔ (اسرار احمد)

قرآن کریم/امتِ محمدی

192- وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۹۲﴾

اور یقیناً یہ نازل کیا گیا ہے رب العٰلمین کی طرف سے۔

(اظهر)

✎ اس سورۃ میں اللہ تعالٰی کا نام جو خصوصی طور پر ذکر ہوا ہے، وہ "رب العٰلمین" ہے۔ جو اس سورۃ میں 11 مرتبہ آیا ہے، اور پورے قرآن میں (غالباً) 42 مرتبہ آیا ہے۔

193- نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ ﴿۱۹۳﴾

اسے روح الا مین لے کر اترا۔

(احمد رضا خان)

📖 قرآن مجید میں وحی لانے والے فرشتوں کے چند نام ہیں:

روح الامین

روح القدس

شدیدالقوٰی

رسول کریم

جبرئیل

(تفسیر نور)

✎ مرسلین جیسے "امین" تھے اپنی قوموں کے اوپر، اس طرح قرآن کو لے کر اترنے والا بھی "امین" ہے۔

قلب

194 – عَلٰی قَلۡبِکَ لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾

آپ کے قلب پر، تاکہ ہوجائیں منذِرین میں سے۔

(اظھر)

قُلۡ مَنۡ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبۡرِيۡلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلۡبِكَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَهُدًى وَّبُشۡرٰى لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۹۷ (بقرہ، 2:97)

کہہ دو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مر جانا چاہیئے) اس نے تو (یہ کتاب) خدا کے حکم سے تمہارے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔

✎ قلب پر کیسے قرآن نازل ہوتا تھا؟ واللہ اعلم، پر قرآن کی چند آیات ایک بات کی طرف اشارہ ضرور دیتی کہ جبرئیل امین پڑھ کر سناتے تھے (اور جب وہ پڑھ لیتے تھے تو قلب پر اتر جاتا تھا، اور پھر) نبی اکرمﷺ دُھراتے تھے۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَۚ ۱ (علق)

وَلَا تَعۡجَلۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يُّقۡضٰٓى اِلَيۡكَ وَحۡيُهٗ (طه، 20:114)

(اور آپ ﷺ جلدی نہ کیجیے اس قرآن کے ساتھ اس سے پہلے کہ آپ ﷺ پر اس کی وحی مکمل ہوجائے)

لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ۱٦ (قیامت، 75:16)

(آپ اس (قرآن) کے ساتھ اپنی زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیں۔)

✎ (اور یہاں سے یہ بھی خیال جنم لیتا کہ شاید نبی اکرم ﷺ تیزی سے زبان کو حرکت اس لیے دیتے تھے کیونکہ کہ قلب پر نازل ہونے سے انکو محسوس ہوتا ہوگا جیسے وہ یہ سب پہلے سے جانتے ہیں۔ واللہ اعلم)

📖 قرآن کریم میں قَلْبٌ اور فُؤَادٌ دو لفظ آئے ہیں (فُؤَادٌ ۔ فَاَدَ سے ہے جس کے معنی بھوننے کے ہیں، یعنی تپش و خلش ۔ سوز و گداز ۔ درد و داء) ان دونوں لفظوں میں ایک موٹا سا امتیازی خط کھینچنا ہو تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ قَلْبٌ فہم و بصیرت اور عقل و فکر کا سرچشمہ ہے اور فُؤَادٌ جذباتِ سوزو گداز کا منبع ۔

قَلْبٌ کے بنیادی معنی ہیں الٹنا پلٹنا۔ لوٹ پوٹ کرنا۔ کسی چیز کو ادلتے بدلتے رہنا۔ چنانچہ قَلَبَ الشَّیْئَ یَقْلِبُہٗ کے معنی ہیں کسی شے کو الٹ پلٹ کر دینا۔ یعنی اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر کر دینا۔
چونکہ انسان کا دل کبھی ایک حالت پر نہیں رہتا بلکہ لمحہ بہ لمحہ بدلتا رہتا ہے اس لیے اسے بھی قَلْبٌ کہتے ہیں۔
اور (چونکہ عقل و بصیرت کا کام یہ ہے کہ وہ اشیاء اور اس کے خواص کو اچھی طرح الٹ پلٹ کر دیکھے اور پھر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچے اس لیے) عقل کو بھی قَلْبٌ کہہ دیتے ہیں*(تاج)۔ (لغات القرآن)

✎ قلب سے مراد واقعی میں وہ عضوا ہے جسے ہم دل کہتے جس کا کام خون پمپ کرنا ہوتا ہے؟ یا اس قلب سے وہ قلب مراد ہے، جو عربی ادب اور ہمارے پاس بھی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والے حصہ کو کہتے... جیسے کہتے "میرا دل کہتا ہے کہ میں یہ کام کروں یا نہ کروں...؟" مثال:

"وَ مَا كُلُّ ذِي قَلْبٍ بِلَبِيبٍ وَ لَا كُلُّ ذِي سَمْعٍ بِسَمِيعٍ وَ لَا كُلُّ ذِي نَاظِرِ عَيْنٍ بِبَصِيرٍ "

O you people! With every corruption that you come across, and setback endured from every mishap is a lesson for you, and not every heart is intelligence nor is every with an ear a listener, nor is every one with a looking eye has vision. (Usool Kafi, V. 8 Ch. 22)

He (azwj) Said in His (azwj) Whispering: 'O Musa ! Do not have long hopes regarding the world. That would harden your heart, and the hard-hearted one is remote from Me (azwj). O Musa ! Turn yourself (to obedience) for the sake of My (azwj) Pleasure, for if My (azwj) Pleasure is obeyed, so I (azwj) am not disobeyed. Kill your heart with the fear and create new clothes for the heart. You will be hidden from the people of the earth and be recognised by the people of the sky.

....

...and whisper to Me (azwj) when you whisper with a humble heart anxiously,...

...

Do not forget Me (azwj) in every situation, and do not be happy due to the abundance of the wealth, because forgetting Me (azwj) hardens the hearts, and the abundance of the wealth brings the abundance of the sins. The earth is obedient, and the sky is obedient, and the oceans are obedient, whereas disobedient to Me (azwj) are the unfortunate ones of Humans and the Jinns (Al-Saqalayn). And I (azwj) am the Beneficent, the Merciful. I (azwj) am Beneficent in every era. I (azwj) Give hardship after ease, and ease after hardship, and kings after kings, whereas My (azwj)

Kingdom is permanently based and will never cease. (Kafi, Vol. 8, Hadith of Musa)

- أَوَّلُ مَا تُغْلَبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْجِهَادِ الْجِهَادُ بِأَيْدِيكُمْ، ثُمَّ بِأَلْسِنَتِكُمْ، ثُمَّ بِقُلُوبِكُمْ؛ فَمَنْ لَمْ يَعْرِفْ بِقَلْبِهِ مَعْرُوفاً، وَلَمْ يُنْكِرْ مُنْكَراً، قُلِبَ فَجُعِلَ أَعْلَاهُ أَسْفَلَهُ، وَأَسَفَلُهُ أَعْلَاهُ.

The first fighting with which you will be overpowered is the fighting with hands, thereafter with your tongues and then with your hearts. Consequently, he who does not recognize virtue with his heart or does not disapprove evil will be turned upside down. Thus, his upside will be turned downwards and his lowside will be turned upwards. (Nehjul Balagha, 375)

- پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے، ہاتھ کا جہاد ہے، پھر زبان کا اور پھر دل کا۔ جس نے دل سے بھلائی کو اچھا اور برائی کو برا نہ سمجھا، اسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا۔ (نہج البلاغہ، 375)

- عقلمند اس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور و فکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے۔ لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے۔ اس طرح گویا عقلمند کی زبان اس کے دل کے تابع ہے اور بے وقوف کا دل اس کی زبان کے تابع ہے۔ (نہج البلاغہ، کلمات: 40)

- قلب سلیم:
فَطُوْبٰی لِذِیْ قَلْبٍ سَلِیْمٍ، اَطَاعَ مَنْ یَّهْدِیْهِ، وَ تَجَنَّبَ مَنْ یُّرْدِیْهِ،
مبارک ہو اس پاک و پاکیزہ دل والے کو کہ جو ہدایت کرنے والے کی پیروی اور تباہی میں ڈالنے والے سے کنارہ کرتا ہے اور دیدۂ بصیرت میں جلا بخشنے والے کی روشنی اور ہدایت کرنے والے کے حکم کی فرمانبرداری سے سلامتی کی راہ پا لیتا ہے۔۔۔ (نہج البلاغہ، خطبہ 212، یا 214)

✎ لفظ "سلیم" خود قرآن کے متن میں اس سورہ کی آیت 89 میں آچکا ہے۔

منافق و مومن کی دل و زبان:

بے شک مومن کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے،...

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: «کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو»۔ لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک و صاف اور اس کی زبان ان کی آبرو ریزی سے محفوظ رہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہیے۔

بلاشبہ اللہ سبحانہ نے کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو، کیونکہ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے۔ اسی میں دل کی بہار اور علم کے سر چشمے ہیں اور اسی سے (آئینہ) قلب پر جلا ہوتی ہے، باوجودیکہ یاد رکھنے والے گزر گئے اور بھول جانے والے یا بھلاوے میں ڈالنے والے باقی رہ گئے ہیں۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اسے تقویت پہنچاؤ اور برائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچا کر) چل دو۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: «اے فرزند آدم! اچھے کام کر اور برائیوں کو چھوڑ دے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور راست رو ہے»۔

دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے: ایک ظلم وہ جو بخشا نہیں جائے گا اور دوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ) چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرا وہ جو بخش دیا جائے گا اور اس کی باز پرس نہیں ہو گی۔

لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ: ”خدا اس (گناہ) کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے“۔ اور وہ ظلم جو بخش دیا جائے گا وہ ہے جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہو کر اپنے نفس پر کرتا ہے۔ اور

وہ ظلم کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائے گا۔وہ کوئی چھریوں سے کچوکے دینا اور کوڑوں سے مارنا نہیں ہے، بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے جس کے مقابلے میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں۔ (نہج البلاغہ خطبہ، 174)

ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کیلئے مکرو فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ: میں شبہات میں توقف کرتا ہوں حالانکہ انہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا قول یہ ہے کہ: میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں، حالانکہ انہی میں اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ صورت تو اس کی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا۔ نہ اسے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آ سکے اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے۔ یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ، 85)

یہ اور اس طرح کی متعدد روایت کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے، اور علماء کے نزدیک زیر بحث بھی رہا ہے کہ "قلب" سے کیا مراد؟ کیونکہ پہلے جو بات ہوتی تھی سو ہوتی تھی، پر اب 1400+ گزرنے اور میڈیکل سائنس کے ترقی کے بعد، جب میڈیکل سائنس نے ہر ایک عضوے کا اپنا الگ الگ فنکشن بیان کردیا، اور کہا کہ دل کا کام صرف خون کو پمپ کرنا ہے، تو پھر لوگ سوال کرتے ایسا کیوں کہا گیا؟ قلب سلیم، منافق دل، حیوانوں والا دل، دلوں کا سخت ہونا، خوفِ خدا رکھنے والا دل، نرم دل، سوچنے سمجھنے والا دل...

✎ میرے نزدیک: ان آیات و روایات میں "دل" (قلب) سے مراد انسانی وجود کا وہ حصہ ہے جو ایک قسم سے "باطنی" ہے، یعنی جو فطرت سے منسلک ہے۔
جیسا کہ مذکورہ بالا روایات میں واضح کیا گیا ہے کہ "ہر کان سننے والا نہیں ہوتا (اگرچہ وہ ظاہری طور پر سنتا ہے)، ہر آنکھ دیکھنے والی نہیں ہوتی (اگرچہ وہ ظاہری طور پر دیکھتی ہے)، اور ہر دل ذہانت و حکمت (intelligence) رکھنے والی نہیں ہوتی۔
اور خود قرآن میں اس طرح کے کئی حوالے موجود ہیں:

- اِلَيكَۚ اَفَاَنتَ تُسمِعُ الصُّمَّ وَلَو كَانُوا لَا يَعقِلُونَ ٤٢ (10:42)
ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تیری باتوں کو سنتے ہیں مگر کیا تو بہروں کو سنائے گا خواہ وہ کچھ ہی نہ سمجھتے ہوں۔

- تم مردوں کو نہیں سنا سکتے ، نہ ان بہروں تک اپنی پکار پہنچا سکتے ہو ، جو پیٹھ پھیر کر بھاگے جا رہے ہوں۔ (نمل، 27:80)

- تو تم مردوں کی (بات) نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو جب وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہو۔ (روم، 30:52)

✎ اس آیت کا کیا مطلب "اتارا آپ کی دل پر"...

✎ یا شاید یہ اس طرح اتارا جاتا ہے جیس Matrix (1999) میں کوئی Knowledge دماغ میں Upload کی جاتی ہے۔ یعنی:

- In the movie, Neo connects to a computer system and receives a data feed that instantly imparts skills and information. While this is purely science fiction, it sparks our curiosity about accelerated learning. (Video Ref)
-

✎ یہ تو فلمی سـین تھا، پر سـائنس اس آئیڈیا کو لے کر کام کر رہی ہے---:

Scientists May Have Discovered How to 'Feed' Knowledge To Your Brain Like the Matrix

📖 "Our system is one of the first of its kind. It's a brain stimulation system," explained Phillips.

"The specific task we were looking at was piloting an aircraft, which requires a synergy of both cognitive and motor performance."

The research, published in the journal Frontiers in Human Neuroscience, revealed that the participants who received brain stimulation via electrode-embedded head caps learned faster, improving their piloting abilities 33% better than a group without the head caps.

Phillips understands that people may think the technology is too far out.

"It sounds kind of sci-fi, but there's large scientific basis for the development of our system," he said. (Feed Knowledge to Brain)

✎ اور یہ والی نالیج نہ صـرف دماغ کی حد تک رہتی ہے، بلکہ "میٹرکس" کی طرح "موٹر پرفارمنس" میں بھی آجاتی ہے۔ یعنی اگر آپ کے دماغ میں swimming کی معلومات feed کردی جائے تو

نہ صرف آپ کو تیراکی کی معلومات آجائے گی، بلکہ آپ کے ہاتھ پیر بھی اچھے سے جان لیں گے کہ ہمیں کیسے چلنا ہے۔

- اس آیت کے ضمن میں ڈاکٹر اسرار احمد نے لکھا ہے کہ علم دو طرح سے حاصل ہوتا: ایک حواسِ خامسہ سے یعنی اکتباسی علم Acquired Knowledge جس کے لیے انسان کوشش و محنت کرتا ہے... دوسرا علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست انسانی قلب یا روح پر نازل ہوتا ہے یعنی Revealed knowledge .
(حوالہ بیان القرآن)

- اس میں شاید یہ اضافہ کرنے کی ضرورت پڑے، کہ Revealed علم بھی اکتباسی علم کی طرح ہی ہے، اسے بھی بیرونی ذرائع سے حاصل کیا جاتا ہے، پر بس اس فرق کے ساتھ کہ حواسِ خامسہ سے یہ حاصل نہیں ہوتا، پر براہ راست قلب/دماغ میں آیا۔

- "انسان علم کیسے حاصل کرتا" کے ٹاپک پر پر بندہ حقیر نے کئی سال پہلے ایک مضمون لکھا تھا، اور اُس وقت انسان کے علم حاصل کرنے کے چار ذرائع بتائیں تھے۔ یعنی

1. instinct : جبلت۔
جو اللہ تعالٰی ہر ذی حیات میں ڈال دیتا کہ جس سے بنیادی معلومات مل جاتی کہ اسے کھانا کیا ہے، کون دوست ہے کون دشمن ہے، وغیرہ... (یہ علم بھی ویسے Revealed علم میں آئے گا)
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِۚ ١٠ (90:10)

2. Senses : حواس

عموماً مشہور حواس خامسہ ہی ہیں، پر زیادہ گہرئی میں دیکھنے پر کچھ اور بھی حواس انسان میں پائے جاتے، جس کی تعداد 21 تک بتائی جاتی ہے۔

[(How many senses does a human have)]

بہرحال اس بات سے قطع نظر کتنے حواس ہیں، پر جو علم بھی حواس سے انسان حاصل کرتا ہے... وہ اس کیٹیگری میں آئے گا۔
(یعنی حواس سے حاصل کیا گیا علم)

3. Outsource : خبردار نے خبر دی۔

یہ والا علم، انسان دوسروں کی مثالیں دیکھ کر حاصل کرتا ہے۔ (دوسروں کو دیکھ یا سن کر سبق حاصل کرتا ہے) یعنی ایسی چیز جو آپ کی بنیادی جبلت میں بھی نہیں ہے اور نہ ہی آپ نے کبھی اپنے حواس سے اس کا تجربہ کیا ہے، پر پھر بھی آپ جانتے ہیں، کیونکہ آپ کو کسی سچے خبردار نے خبر دی کہ ایسا ہوتا ہے۔ جس کی مثال خود یہ سورۃ ہے، کہ ہم پچھلے قوموں کے تذکرہ پڑھ رہے ہیں، اور اللہ تعالٰی بتا رہے ہیں ان کے ساتھ ایسا ہوا۔ اس لیے کسی خبر دینے والے نے خبر دی تو اس لیے ہمیں اُس کا پتا چل گیا۔ سب انبیاء کی تعلیمات اسی کیٹیگری میں آئے گی۔ اور اسی طرح اگر کوئی موت سے واپس آئے اور بتائے کہ میں نے کیا کیا دیکھا... (وہ بھی اسی میں آئے گا)

(اگرچہ یہ معلومات بھی دیکھنے/سننے/پڑھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے، جو انسان کے حواس سے ہی حاصل شدہ علم ہے، (یعنی

کیٹیگری 2) پر فرق یہ ہے اُس میں ایک چیز کو خود ہم جسمانی طور پر محسوس کرتے ہیں، خود تجربہ کرتے ہیں، اور اس تجربے سے سیکھتے ہیں۔
اور اِس میں ہمارا خود کا تجربہ ہونا ضروری نہیں، بس خبر ملنے پر، دیکھ کر، سن کر، ... ایمان لانا ہے۔

4. Intuition : وجدان، لاشعور
یہ والی وہ کیٹیگری ہو سکتی، جس میں ہم اس "معلومات" کو رکھیں جو اوپر تینوں میں سے کسی میں بھی نہیں آتی ہو۔ اور پھر بھی بندے کو پتا چل جائے وثوق کے ساتھ کہ ایسا ہی ہے۔ اور ڈاکٹر اسرار احمد کی زبانی، یہ والا علم کسی نبی کے اوپر آئے گا تو اسے "وحی" کہیں گے، اور دوسروں لوگوں پر آئے گا تو اسے کشف، الہام، رویائے صادقہ وغیرہ کہیں گے۔

📖 "اس قسم کے براہ راست علم وہبی علم کی جو صورتیں عام انسانوں کے لیے ممکن ہوسکتی ہیں ان میں الہام ' القاء ' کشف' رؤیائے صادقہ سچے خواب وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی ذریعے سے حاصل ہونے والا علم دین اور شریعت میں حجت نہیں بن سکتا۔ دین اور شریعت میں حجت صرف قرآن اور سنت ہی ہیں۔ البتہ کسی کے ذاتی کشف کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات یا ہدایات اگر شریعت کے خلاف نہ ہوں تو خود اس شخص کے لیے حجت بن سکتی ہیں ' کسی دوسرے کے لیے نہیں۔" (ڈاکٹر اسرار احمد)

📖 عَلٰی قَلۡبِکَ :قرآن قلب رسول ؐ پر نازل ہوا ہے۔ نزول وحی کے بارے میں مقدمہ اور سورہ بقرۃ آیت ۹۷ میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ قلب سے مراد صنوبری شکل کا عضو لحمی نہیں ہے بلکہ قلب اس مرکزی قوت کا نام ہے جو نفس اور روح کے ماوراء میں موجود ہے۔ قلب رسول ؐ پر وحی نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رسول کریم ؐ وحی کا ادراک علم حضوری کے طور پر اپنے پورے وجود سے کرتے تھے، نہ محسوسات کی طرح حواس خمسہ سے۔ (کوثر)

📖 لِتَکُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِیۡنَ :رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ بشیر و نذیر ہیں لیکن بشارت پر نذارت یعنی تنبیہ کو قرآن زیادہ اہمیت دیتا ہے :اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوۡمٍ ہَادٍ ۔ (۱۳ رعد: ۷) چونکہ انسانی کردار میں انحراف کا خطرہ زیادہ ہے اور خواہشات کا غلبہ انسان پرہر وقت ہو سکتا ہے جس سے انسان بنیادی طور پر منحرف واقع ہوا ہے اس لیے تنبیہ کو بشارت سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ (کوثر)

195- بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ﴿۱۹۵﴾

صاف صاف عربی زبان میں۔

(فی ظلل القرآن)

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۲ (یوسف، 12:2)

📖 تبلیغ روشن (واضح) ہو اور سادہ ہو، تاکہ لوگ سمجھ سکیں "عربی مبین" (تفسیر نور)

📖 تفسیر علی بن ابراہیم میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر قرآن کسی غیر عرب پر نازل ہوتا تو عربی لوگ اس

پر ایمان نہ لاتے۔ اللہ نے عربی میں قرآن نازل کیا لیکن اہلِ عجم اس پر بھی ایمان لے آئے۔ یہ اہلِ عجم کی ایک فضیلت ہے۔ ویسے عربی زبان میں ایک خوبی یہ ہے کہ دوسری زبانوں کی نظریات کی عربی میں ترجمانی ہوسکتی ہے لیکن عربی تخیلات کی دوسری زبانوں میں صحیح ترجمانی نہیں ہوسکتی۔ (نورالثقلین)

196- وَ اِنَّهٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۹۶﴾

اور یقیناً یہ ہے پہلوں کے زبوروں میں بھی۔

(اظھر)

- اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَهٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَهُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَالۡاِنۡجِیۡلِ (اعراف، 7:157)
- اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰی ۙ۱۸ صُحُفِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَمُوۡسٰی ۱۹ (اعلیٰ، 87:18)

اَ لزَّبْرُ۔لکھنا۔ اَلتَّزْبِرَةُ ۔ لکھائی یا تحریر۔ مِزْبَرٌ۔ قلم۔ اَلزَّبُوْرُ ۔بمعنی مَزْبُوْرٌ ۔یعنی لکھی ہوئی چیز ۔کتاب*(تاج)۔ اس کی جمع زُ بُـــرٌ ہے۔ (لغات القرآن)

جیسے انبیاء کی تعلیمات سب کی ایک ہی رہی ہے، ویسے اللہ کے سب کتابوں کا متن بھی ایک ہی رہا ہے۔

"انہ" میں "ہ" کی ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے کہ قرآن اور پیغمبر اسلامﷺ کا مقدس تذکرہ بعض سابق آسمانی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ ... سورہ اعلٰی آیت 18، سورہ اعراف آیت 157 (فیضان الرحمٰن)

197- اَوَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ اٰیَۃً اَنۡ یَّعۡلَمَہٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ﴿۱۹۷﴾

کیا ان کے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ اس کو جانتے ہیں علمائے بنی اسرائیل۔

(اسرار احمد)

"جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں البتہ ان میں سے ایک گروہ وہ ہے جو جانتے بوجھتے حق کو چھپاتا ہے۔" (بقرہ، 2:146)

لھم کا مرجع کفار قریش ہیں اور بعلمہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع قرآن بھی ہوسکتا ہے اور پیغمبر اسلام بھی ہوسکتے ہیں.
یہود کے علماء اپنی آسمانی کتاب توراۃ کی آسمانی بشارات کے مطابق قرآن اور پیغمبر اسلام کو برحق جانتے تھے،
اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کی بشارت دیتے تھے ...
(فیضان الرحمٰن، ج7، ص 107)

اس سورہ کی شروعات ایک "نشانی" (ایک آیت/معجزہ) دکھانے سے ہوئی۔ اور ہر قوم کی طرف ایک واضح "نشانی" آئی... جس پر اللہ تعالٰی نے ہر بار دُہرایا کہ "ان فی ذٰلک لایۃ" (یقینا اس میں نشانی ہے)...
اور اس امت کی طرف جو نشانی/آیت ہے وہ یہ قرآن ہے!

198- وَ لَوۡ نَزَّلۡنٰہُ عَلٰی بَعۡضِ الۡاَعۡجَمِیۡنَ﴿۱۹۸﴾

اور اگر ہم اس کو کسی عجمی پر اتارتے۔

(وحیدالدین)

199- فَقَرَاَهٗ عَلَيۡهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ﴿۱۹۹﴾

پھر وہ اسے پڑھ کر ان کو سناتا تب بھی وہ اس پر ایمان نہ لاۓ"۔

(حسین نجفی)

📖 ہم یہ بھی کرسکتے تھے کہ قرآن کسی ایسے شخص پر نازل کردیتے جس کی مادری زبان عربی نہ ہوتی' پھر اگر ایسا شخص انہیں عربی قرآن پڑھ کر سناتا تو یہ گویا ایک کھلا معجزہ ہوتا ' لیکن یہ لوگ پھر بھی اسے ماننے والے نہیں تھے۔ (اسرار احمد)

📖 اس آیت سے عربوں کی عصبیت کی شکایت کا پہلو بھی نمایا ہے کہ اگر کسی غیر عرب کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو اس پر ایمان نہ لاتے۔ مگر غیر عرب قوموں میں یہ تعصب نہیں ہے۔ چناچہ پیغمبر اسلام کے عربی نسل ہونے کے باوجود بھی وہ آپ کو خدا کا رسول تسلیم کرکے آپ کا کلمہ پڑھ رہی ہیں۔ یہی مفہوم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ (فیضان الرحمٰن ج7، ص 108، بحوالہ تفسیر قمی)

200- كَذٰلِكَ سَلَكۡنٰهُ فِىۡ قُلُوۡبِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴿۲۰۰﴾

اسی طرح ہم نے اس (انکار) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے۔

(حسین نجفی)

📖 قرآن کا انکار ان لوگوں کے دلوں میں اب ڈیرے جما چکا ہے۔ اب انہیں لاکھ معجزے دکھا دیے جائیں یہ ماننے والے نہیں ہیں۔ (اسرار احمد)

201- لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِيۡمَ﴿۲۰۱﴾

یہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب کو نہیں دیکھ لیں گے۔

(حسین نجفی)

202- فَيَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّ هُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ﴿۲۰۲﴾

پس وہ (عذاب) انہیں اچانک آپہنچے گا اور انہیں شعور (بھی) نہ ہو گا۔

(طاہرالقادری)

203- فَيَقُوۡلُوۡا هَلۡ نَحۡنُ مُنۡظَرُوۡنَ﴿۲۰۳﴾

تب وہ کہیں گے کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟

(حسین نجفی)

204- اَفَبِعَذَابِنَا يَسۡتَعۡجِلُوۡنَ﴿۲۰۴﴾

تو کیا لوگ ہمارے عذاب کی جلدی کررہے ہیں۔

(علامہ جوادی)

📖 یہ اشارہ ہے ان کے مطالبے کی طرف جو اپنے پیغمبر سے کرتے رہے ہیں کہ اگر تو سچا ہے تو عذاب لے آ۔ (احسن البیان)

205- اَفَرَءَيۡتَ اِنۡ مَّتَّعۡنٰهُمۡ سِنِيۡنَ ﴿۲۰۵﴾

کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر ہم انہیں کئی سال تک فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔

(حسین نجفی)

206 – ثُمَّ جَآءَهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۲۰۶﴾

پھر وہی چیز ان پر آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

(فی ظلل القرآن + اسرار احمد)

207- مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُمَتَّعُوۡنَ ﴿۲۰۷﴾

تو جو انہوں نے فائدہ اٹھایا ہے کیا ان کے کچھ کام بھی آئے گا۔

(احمد علی)

اللہ ظلم نہیں کرتا

208- وَ مَاۤ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنۡذِرُوۡنَ ﴿۲۰۸﴾

ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا ہے مگر اسی حال میں کہ اس کے لیے ڈرانے والے (بھیجے)۔

(اظہر)

209- ذِكۡرٰى ۚ وَ مَا كُنَّا ظٰلِمِيۡنَ ﴿۲۰۹﴾

نصیحت کے طور پر، اور ہم ظلم کرنے والے نہیں۔

📖 پیشگی اطلاع کے بغیر عذاب کرنا ظلم ہے، جبکہ ظلم کرنا، پروردگار عالم کی شان نہیں۔

اس حقیقت کو قرآن مجید نے مختلف آیات میں بیان کیا ہے:

- وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ۱۱۸ (نحل، 16:118)

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے

- وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ٣١ (غافر، 40:31)
  اور اللہ تو اپنے بندوں پر کسی ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا

- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ٤٠ (عنکبوت، 29:40)
  اور اللہ ایسا نہیں تھا کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

- وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ١٢٤ (نساء، 4:124)
  اور تل برابر ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

- وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَـيْــــًٔا ٦٠ (مریم، 19:60)
  اور ان پر قطعاً کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

- وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ٤٩ (نساء، 4:49)
  اور دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

- اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (نساء، 4:40)
  پروردگار عالم ایک ذرے کے وزن کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔
  (تفسیر نور)

اللہ کی طرف سے ظلم کا خطرہ نہیں، رحمت کی امید ہوتی ہے۔
(کوثر)

- **پوری سورۃ کی سمری یہی ہے کہ انبیاء قوموں پر آئے، اور انہوں نے ڈرایا، اور معجزات بھی دکھائے، پر وہ نہ مانے، بلکہ انبیاء کا مذاق اڑایا۔ پھر حجت تمام ہوئی، اور انہوں نے اپنے اوپر خود مصیبت مول لی، اور عذاب کے مستحق ٹھرے۔**

اگرچہ اللہ تعالٰی رحمٰن و رحیم ہے، اس کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ (اعراف، 156)

پر جب قانون بنتا ہے، تو پھر عدل کی تقاضــا یہی ہے کہ جہاں اچھے کو اچھائی کا انعام دیا جائے، وہاں بُرے کو بُرائی کی سـزا بھی لازمی ملنی چاہیے۔ اس لیے اللہ بے شک کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ پر بندہ عذاب خود earn کرتا ہے، جو اُسے پھر مل کر رہتا ہے، خصوصا جب حجت بھی تمام ہوجائے، اور اللہ کی نشـــانیاں دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ آئے۔

- "جب وہ ان کے پاس ہماری نشـانیاں لے کر آئے تو وہ نشـانیوں سـے ہنسی کرنے لگے" (زخرف، 43:47)
- ہم عنقریب ان کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشـــانیاں دیکھائیں گے، یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے گا کہ حق ہے۔ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سـے خبردار ہے۔ (فصلت، 41:53)
- تمہارے گردوپیش کے علاقوں میں بہت ســی بســتیوں کو ہم ہلاک کرچکے ہیں۔ ہم نے اپنی آیات بھیج کر بار بار طرح طرح سـے ان کو سمجھایا ، شاید کہ وہ باز آجائیں۔ (احقاف، 46:27)
- ان سـے کہیے کہ دیکھو جو کچھ آسـمانوں اور زمین میں ہے لیکن یہ نشـــانیاں اور ڈراوے ان لوگوں کے کچھ کام نہیں آتے جو ایمان نہیں لانا چاہتے۔ (یونس، 10:101)
- اور کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ انہیں ان لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سـے پہلے گزر چکے ہیں ؟ وہ ان سـے زیادہ طاقت رکھتے تھے ، انہوں نے زمین کو خوب ادھیڑا تھا اور اسے اتنا آباد کیا تھا جتنا انہوں نے نہیں کیا ہے۔ ان کے پاس ان کے رسـول

روشن نشانیاں لے کر آئے۔ پھر اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا ، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے ۔(روم، 30:9)

210- وَ مَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ‏ ﴿۲۱۰﴾

اور شیطان اس (قرآن) کو لے کرنہیں اترے۔

(طاہرالقادری)

✎ آیت 192 (وَاِنَّه لَـتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَؕ‏ ۱۹۲) ہی کی تائید میں... کہ یہ قرآن "رب العٰلمین" کا نازل کردہ ہے، نہ کہ کسی شیطان کا dictate کیا گیا۔ (جیسے الیسٹر کرولی نے ایک کتاب لکھی 1904 میں اور دعوٰی کیا کہ اُسے وہ کتاب کسی غیر – انسان مخلوق نے ڈیکٹیٹ کرکے لکھوائی – [The Book of Law])

آگے کی آیات میں اللہ تعالٰی صاف و سلیس زبان میں وضاحت بھی کرتے کہ یہ شیطان کا کام کیوں نہیں ہوسکتا۔

اور آگے آیت 224 سے آتا ہے کہ یہ یہ شعراء کا کام بھی نہیں، شعراء کی شاعری عموماً کس انداز کی ہوتی ہے، وہ ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں، انہیں عمومی طور تخیل اور خام خیالی کی باتیں کرنی ہوتی ہیں۔ جب کہ شاعر خود یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ یہ قرآن مفوہومی اعتبار سے شاعری کی کتاب نہیں (اور صرف الفاظ کی بناوٹ میں تناسب ہونا، اور rhyme ہونا الگ بات ہے۔)

211- وَ مَا يَنۡۢبَغِیۡ لَہُمۡ وَ مَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ﴿۲۱۱﴾

نہ یہ ان کے لیے لائق ہے اور نہ ہی وہ اس کی استطاعت رکھتے ہیں۔

(وحیدالدین + اسراراحمد)

212- اِنَّہُمۡ عَنِ السَّمۡعِ لَمَعۡزُوۡلُوۡنَ ﴿۲۱۲﴾

وہ تو اس کے سننے سے بھی یقینا معزول ہے۔

(اظہر)

✎ کہ اتارنا تو دور کی بات وہ تو اس کو سن بھی نہیں سکتے۔ سننے سے بھی دور رکھے گئے ہیں۔

🕮 یہ بہت اہم مضمون ہے جو یہاں پہلی دفعہ آیا ہے‘ لیکن آئندہ سورتوں میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر آئے گا۔ اس موضوع پر قرآن سے ہمیں جو معلومات ملتی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ فرشتے نوری مخلوق ہیں اور جن آگ سے بنائے گئے ہیں : وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ الرحمٰن ”اور پیدا کیا اس نے جناتؔ کو آگ کی لپٹ سے“۔ چونکہ فرشتوں کی طرح جنات کا مادۂ تخلیق بھی بہت لطیف ہے اس وجہ سے ان کے لیے فرشتوں کا قرب حاصل کرلینا اور ان سے کچھ معلومات حاصل کرلینا ممکن ہے۔ چناچہ عام طور پر شیاطینِ جن کسی نہ کسی حد تک فرشتوں سے عالم بالا کی خبریں معلوم کرنے میں کامیاب ہوجاتے تھے ‘ لیکن جب بھی کسی رسول کی بعثت ہوتی تو عالم بالا میں خصوصی پہرے بٹھا دیے جاتے تاکہ فرشتوں کے ذریعے وحی کی ترسیل کو محفوظ بنایا جاسکے۔ اسی اصول کے تحت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد عالم بالا کی خاص حدود سے آگے جنوں کا داخلہ مستقل طور پر بند کردیا گیا اور وہاں سے وہ کسی قسم کی سن گن لینے کے اہل

نہیں رہے۔ یہی وہ کیفیت اور صورت حال ہے جس کا ذکر آیت زیر مطالعہ میں کیا گیا ہے کہ وہ تو اب سننے سے بھی معزول کردیے گئے ہیں اور عالم بالا سے ان کے سن گن لینے کا بھی کوئی امکان نہیں رہا۔ سورۃ الجن میں یہ مضمون قدرے زیادہ وضاحت سے آئے گا۔ (اسرار احمد)

📖 مقدس مقامات میں غیروں (کافروں) کا داخلہ ممنوع ہے۔ "انھم عن السمع لمعزُولون" (تفسیر نور)

📖 اگر قابلیت، پاکیزگی اور ظرفیت ہو تو فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں۔ نزل بہ الروح الامین، علٰی قلبک"
لیکن اگر آمادگی نہ ہو تو آسمانوں کے سفر کے بعد بھی کچھ نہیں ملے گا، خالی ہاتھ جائے گا اور خالی ہاتھ واپس آئے گا۔ "لَمَعزُولُون.. فَاَتبَعَہٗ شِھاب۔ (حجر۔ 18) (تفسیر نور)

213- فَلَا تَدۡعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُعَذَّبِيۡنَ﴿۲۱۳﴾

پس اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الہ کو مت پکارنا ورنہ ہوجاؤ گے معذبین میں سے۔

(اظھر)

📖 خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور اس خطاب کے ذریعے ایک حقیقت بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر بفرض محال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غیر خدا کو معبود بنا لیتے ہیں تو وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔
قرآن میں اس کی دیگر مثالیں موجود ہیں۔ مثلا فرمایا:

لَئِن اَشرَکتَ لَیَحبَطَنَّ عَمَلُکَ ... (۳۹ زمر: ۶۵)
اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضرور حبط ہو جائے گا۔
(تفسیر کوثر)

یہ بات وہی ہے جسے کہاوت میں ""سر دلبراں در حدیث دیگران"۔ (یعنی کہو اپنوں کو پر سنانا مقصود دوسروں کو)
کبھی کبھار (بلکہ عموماً) انسان یہ سوچ رکھتا ہے کہ، اللہ کو تو ہم مانتے ہی ہیں، پھر یہ کام کرلیا تو کیا ہوا (اللہ سے انکاری تو نہیں ہیں)۔
پر کچھ کام ایسے ہوتے ہیں (جیسے شرک) کہ اللہ اپنے محبوب نبی سے مخاطب ہوکر کہتے کہ اگر تم نے بھی یہ کام کیا تو تمہارے سارے اعمال بھی حبط ہیں۔ (اس لیے جو rule ہے وہ rule ہے، معافی کسی کو نہیں۔)

دعوتِ ذولعشیرہ

214- وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴿۲۱۴﴾
اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائو۔
(فی ظلل القران)

عَاَ شُــرْوا۔ وہ لوگ مل جل کر رہے*(تاج)۔ یہیں سے مُعَــاشَـرَةٌ ہے۔ عَشِيْـرَةُ الـرَّجُلِ کے معنی ہیں آدمی کے باپ کی قریبی اولاد یا قبیلہ۔ راغب نے اس کے معنی آدمی کے اقرباء پر مشــتمل جماعت لکھے ہیں۔ اَ لْمَعْشَرُ۔ جماعت۔ گروہ*(تاج)۔ (لغات القرآن)

📖 قَرِيْبٌ بمقابلہ بَعِيْدٌ [21:109]. ابن فارس نے اس کے بنیادی معنی یہی بتائے ہیں. اَ لْقُرْبُ ۔ فاصلہ کے اعتبار سے کسی کے قریب ہونا. بمقابلہ بُعْد ،اور اَ لْقُرْبةُ ۔ رتبہ کے اعتبار سے کسی کے قریب ہونا. اور اَ لْقُرْبٰی وَالقَرَبةُ رشتہ کے اعتبار سے کسی کے قریب ہونا. یعنی رشتہ داری. وَّذِي الْقُرْبٰى [2:83]. کے معنی ہیں جس سے رشتہ داری ہو. یعنی رشتہ دار. (لغات القرآن)

✎ لفظ "نذر" قرآن میں (غالباً) اُسی مفہوم میں ہے، جس مفہوم میں ہمارے پاس لفظ "تبلیغ" ہے. جب جب قرآن کہتا "ڈرائیں" تو مطلب "پیغام پہنچادیں"، "خبردار کریں"...

ڈاکٹر اسرار احمد نے یہاں یہی ترجمہ کیا ہے

" اور خبردار کیجیے اپنے قریبی رشتہ داروں کو".

📖 اس آیت کے بارے میں تاریخ سے ثابت ہے کہ یہ تقریباً 3 نبوی ﷺ میں نازل ہوئی تھی. چناچہ اس تاریخی ثبوت سے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ سورۃ الشعراء بالکل ابتدائی زمانے کی سورت ہے. یہ سورت اپنی چھوٹی چھوٹی آیات اور تیز آہنگ کے ساتھ شروع سے آخرتک ایک مربوط اور مسلسل خطبے کی صورت میں ہے اور یہ آیت بھی اپنے انداز کے اعتبار سے ما قبل اور مابعد کی آیات سے مختلف نہیں. یعنی ایسا کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ یہ آیت تو پہلے نازل ہوئی ہو مگر بعد میں نازل ہونے والی سورت میں شامل کردی گئی ہو. بہر حال سورۃ الشعراء نازل تو ابتدائی دور میں ہوئی تھی مگر حکمت خداوندی کے تحت اسے ابتدائی زمانے کی سورتوں

قرآن کی آخری منزل میں شـــامل کیے جانے کے بجائے اس کی موجودہ جگہ پر رکھا گیا ہے۔ (اسرار احمد)

📖 روایات میں آتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضـــرت علی رض کو ایک دعوت کا اہتمام کرنے کے لیے فرمایا۔ حضـــرت علی رض آپ ﷺ ہی کے زیر کفالت تھے اور آپ ﷺ کے ســاتھ ہی رہتے تھے۔ چناچہ آپ ﷺ نے تمام بنو ہاشــم کو کھانے پر مدعو کیا۔ کھانے کے بعد آپ ﷺ انہیں دعوت دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو انہوں نے شــور و غل مچانا شــروع کردیا اور آپ ﷺ کی بات ســنے بغیر چلے گئے۔ کچھ روز کے بعد آپ ﷺ نے دوبارہ انہیں مدعو فرمایا۔ اس دفعہ کھانے کے بعد چارو نا چا روہ بیٹھے رہے اور آپ ﷺ نے ان کے ســامنے ایک دعوتی خطبہ دیا۔ یہ خطبہ مختصــر ہے مگر آپ ﷺ کے عظیم خطبات میں سے ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں احادیث کی کتب میں یہ خطبہ اپنے علم کی حد تک مجھے وثوق ہے موجود نہیں ہے ' البتہ اہل تشــیعّ کی مشــہور کتاب "نہج البلاغہ" میں یہ خطبہ شامل ہے۔ "نہج البلاغہ" بنیادی طور پر حضرت علی رض کے خطبات اور خطوط پر مشــتمل ہے ' لیکن اس کا ایک حصــہ حضــور ﷺ کے خطبات کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ اگرچہ "نہج البلاغہ" میں خطبہ کے متن کے ساتھ کسی قسم کی صراحت موجود نہیں کہ یہ خطبہ کس موقع پر ارشاد فرمایا گیا مگر خطبے کے متن اور اسلوب کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ یہ وہی خطبہ ہے جو آپ ﷺ نے بنو ہاشــم کی مذکورہ ضیافت کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ (اسرار احمد)

🕮 دعوت ذوالعشیرہ :

تاریخ اسلام کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بعثت کے تیسرے سال اس دعوت کاحکم ہوا کیونکہ اب تک آپ کی دعوت مخفی طور پر جاری تھی اور اس مدت میں بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیاتھا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی" وانذر عشیرتك الاقربین" اور یہ آیت بھی "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین " (سورہ الحجر آیہ 94) تو آپ کھلم کھلا دعوت دینے پر مامور ہوگئے . اس کی ابتداء اپنے قریبی رشتہ داروں سے کرنے کا حکم ہو . اس دعوت و تبلیغ کی اجمالی کیفیت کچھ اس طرح سے ہے : آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جناب ابوطالب کے گھرمیں دعوت دی اس میں تقریبًا چالیس افراد شریک ہوئے آپ کے چچاؤں میں سے ابوطالب، حمزہ اور ابولہب نے بھی شرکت کی.

کھانا کھا لینے کے بعد جب آنحضرت نے اپنا فریضہ اداکرنے کا ارادہ کیا تو ابولہب نے بڑھ کچھ ایسی باتیں کیں جس سارا مجمع منتشر ہوگیا لہذا آپ نے انہیں کل کے کھانے کی دعوت دے دی. دوسرے دن کھانا کھانے کے بعد آپ نے انھیں فرمایا:

"اے عبدالمطلب کے بیٹو! پورے عرب میں مجھے کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیتا جواپنی قوم کے لیے مجھ سے بہتر چیز لایا ہو ، میں تمھارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کرآیاہوں اور خدا نےمجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں اس دین کی دعوت دوں ، تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ وہ میرا بھائی ، میروصی اور میرا جانشین ہو"؟

سب لوگ خاموش رہے سوائے علی بن ابی طالب کے جوسب سے کم سن تھے۔ علی اٹھے اور عرض کی :

"اے اللہ کے رسول! اس راہ میں میں آپ کا یارو مددگارہوں گا"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا ہاتھ علی کی گردن پر رکھا اور فرمایا:

ان هذا اخي ووصي و خليفتي فيكم فاسمعوا له و اطيعوه

یہ (علی) تمھارے درمیان میرا بھائی میروصی اورجانشین ہے اس کی باتوں کو سنو اوراس کے فرمان کی اطاعت کرو ۔

یہ سن کر سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور تمسخر آمیز مسکراہٹ ان کے لبوں پرتھی ،ابوطالب سے کہنے لگے "اب تم اپنے بیٹے کی ان باتوں کو سنا کرواوراس کے فرمان پرعمل کیا کرو"۔

ے1 سیرت ابن ہشام جلد 1 ص 280.

اس روایت کو بہت سے اہل سنت علماء نے نقل کیا ہے جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

ابن ابی جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم ، بہیقی ، ثعلبی اور طبری - مؤرخ ابن اثیرنے پر واقع اپنی کتاب "کامل" میں اور "ابوالفداء" نے اپنی تاریخ میں اور دوسرے بہت سے مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں اسے درج کیا ہے ۔ (تفسیر نمونہ)

📖 لہٰذا وہ روایات جن میں کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے قریش کے تمام قبائل کو بلایا۔ قرآنی صراحت کے خلاف ہے۔ ساتھ ان روایات میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس دعوت کے موقع پر تَبَّت یَدَا اَبِی لَہَبٍ وَّ تَبَّ ﴿﴾ (۱۱۱ اللھب:۱) نازل ہوئی ہے اس کے مطابق لازم آتا ہے سورہ

شـــعراء، ســـورہ تبت ســـے پہلے نازل ہوا ہو جب کہ ترتیب نزول میں سورہ تبت چھٹا سورہ ہے اور سورہ شعراء ۴۷ واں سورہ ہے۔

شان نزول :عبد اللہ بن عباس حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:

جب رسول اللہؐ پر آیہ وَ اَنذِر عَشِیرَتَکَ الاَقرَبِینَ نازل ہوئی تو رسول اللہ نے مجھے بلایا فرمایا:

یا علی! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں قریبی ترین رشـــتہ داروں کی تنبیہ کروں۔ اس حکم سے میرا دل تنگ ہو گیا۔ مجھے علم تھا کہ میں جب یہ کام شروع کروں گا تو ان کا رد عمل نامناسب ہو گا۔ میں نے خاموشی اختیار کی تو جبرئیل نازل ہوئے اور کہا:

اے محمد! اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو اللہ آپ کو عذاب میں مبتلا کرے گا۔

لہٰذا اے علی! ایک صـــاع کھانا تیار کرو۔ ایک بھیڑ کی ران اور ایک پیالہ دودھ سے بھر دو۔ پھر عبدالمطلب کے خاندان کے افراد کو جمع کرو کہ میں ان ســـے بات کروں اور جس چیز کا مجھے حکم ملا ہے وہ ان تک پہنچا دوں۔

میں نے حکم کی تعمیل کی اور ســـب کو بلایا جو چالیس افراد بنتے تھے۔ ایک کم یا زیادہ ہو ســـکتا ہے۔ ان میں ان کے چچا عباس، حمزہ، ابوطالب، ابولہب شامل تھے۔ جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو مجھ سے کھانا پیش کرنے کے لیے فرمایا۔ جب میں نے پیش کیا تو رسـول اللہ ؐ نے گوشت کا ایک ٹکڑا لیا اور اپنے دانتوں سے اس کو چیرا پھر اسے برتنوں کے کناروں پر ڈال دیا پھر فرمایا:

لے لو بسم اللہ ۔

چنانچہ سب نے کھایا اور سب سیر ہو گئے۔ جب کہ اس اللہ کی قسم! جس کے قبضے میں علی کی جان ہے جو کھانا میں نے پیش کیا تھا وہ ان کا ایک آدمی کھا سکتا تھا۔ پھر فرمایا:

ان کو پلاؤ۔

پھر میں نے وہ پیالہ پیش کیا تو سب نے پیا اور سب سیراب ہو گئے جب کہ قسم بخدا ان کا ایک آدمی یہ سارا پی سکتا تھا۔ رسول اللہ ؐ نے بات شروع کرنا چاہی تو ابولہب نے پہل کی اور کہا:

تمہارے اس ساتھی نے تو پہلے بھی ایسے جادو کیے ہیں۔

جس سے لوگ متفرق ہو گئے۔ دوسرے دن رسول اللہؐ نے فرمایا:

اے علی! اس شخص نے پہل کی۔ میرے بات کرنے سے پہلے لوگ متفرق ہو گئے۔ تم پہلے کی طرح ان کے لیے کھانا تیار کرو۔

میں نے ایسا کیا اورسب کو جمع کیا۔ گذشتہ کل کی طرح کھانا پیش کیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا اور سیراب ہو کر پیا۔

پھر رسول اللہ نے بات شروع کی۔ فرمایا:

اے عبد المطلب کی اولاد! میں کسی عرب جوان کونہیں جانتا جو اپنی قوم کی طرف اس چیز سے بہتر لے کر آیا ہو جو میں لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے پاس دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اسی بھلائی کی طرف دعوت دوں۔

آپ میں سے کون ہے جو اس سلسلے میں میرا ہاتھ بٹائے کہ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ بن جائے۔

سب رک گئے میں نے کہا:

حالانکہ میں ان سب میں کم سن، آشوب چشم والا، ابھرے شکم والا، نازک پنڈلی والاتھا۔ یا نبی اللہ! میں آپ کا ہاتھ بٹانے والا ہوں گا۔

رسول اللہؐ نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

ان ھذا اخی و وصیی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا .

یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہے. اس کی بات سنو اور اطاعت کرو.

اس پر لوگ ہنستے ہوئے کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہا:

تجھے اپنے بیٹے کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے.

یہ حدیث درج بالا الفاظ کے ساتھ طبری نے اپنی تاریخ، تاریخ الامم و الملوک ۲ :۳۱۹ میں اور ابوجعفر اسکافی نے نقض العثمانیۃ ۳۰۳ میں روایت کی ہے اور کہا ہے:

انہ روی فی الخبر الصحیح .

(تفسیر کوثر)

- تفسیر کوثر میں مزید تفصیل اور کچھ اعتراضات کے جوابات درج ہیں. جو وہاں (یا س لنک پر) جاکر پڑھے جاسکتے ہیں. (تفسیر کوثر)

- اس دعوت کے ذکر سے اہلسنت برادران نے آنکھیں شاید اس لیے چرا لی کہ اس میں واضح طور پر امام علی علیہ السلام کی "خلافت، وصی، اور جانشینی" کا اعلان کیا گیا ہے.

- تاریخ اسلام کی رو سے آنحضرت (ص) کو بعثت کے تیسرے سال اس دعوت کا حکم ہوا کیونکہ اب تک آپ کی دعوت مخفی طور پرجاری تھی اور اس مدت میں بہت کم لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا ،لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی '' وانذر عشیرتک الا قربین (1) ''

اور یہ آیت بھی '' فاصدع بما تومرواعرض عن المشرکین (2) ''تو آپ کھلم کھلا دعوت دینے پر مـامور ہوگئے اس کی ابتـداء اپنے قریبی رشـــتـہ داروں ســـے کــرنــے کــا حــکــم ہــوا۔
اس دعوت اور تبلیغ کی اجمالی کیفیت کچھ اس طرح ســے ہے :
آنحضرت (ص) نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جناب ابوطالب کے گھر میں دعوت دی اس میںتقریباً چالیس افراد شــریک ہوئے آپ کے چچائوں میں ســے ابوطالب، حمزه اور ابولہب نے بھی شــرکت کی کھانا کھالینے کے بعد جب آنحضـرت (ص) نے اپنا فریضـہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے بڑھ کر کچھ ایســی باتیں کیں جس ســے ســارا مجمع منتشـر ہوگیالہذا آپ نے انھیں کل کے کھانے کی دعوت دے دی۔
دوســرے دن کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان ســے فرمایا : " اے عبد المطلب کے بیٹو: پورے عرب میں مجھے کوئی ایسا شـخص دکھائی نہیں دیتا جو اپنی قوم کے لیے مجھ ســے بہتر چیز لایا ہو ، میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں اس دین کی دعوت دوں ، تم میں سے کون ہے جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹائے تاکہ وہ میرا بھائی ، میرا وصــی اور میرا جانشین ہو" ؟ سب لوگ خاموش رہے سوائے علی بن ابی طالب کے جو سب سے کم سن تھے، علی اٹھے اور عرض کی : "اے اللہ کے رســول اس راہ میں میں آپ(ص) کا یارووممددگار ہوں گا" آنحضــرت (ص) نے اپنا ہاتھ علی (ع) کی گردن پر رکھا اور فرمایا'' : ان هذا اخی ووصــی وخلیفتی فیکم فاســمعوالہ واطیعوہ ۔''یہ (علی (ع)) تمہارے درمیان میرا بھائی ، میرا وصی اور میرا جانشین ہے اس کی باتوں کو ســنو اور اس کے فرمان کی اطاعت کرو ۔ یہ ســن کر ســب

لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور تمسخر آمیز مسکراہٹ ان کے لبوں پر تھی ، ابوطالب (ع) سے سے کہنے لگے، "اب تم اپنے بیٹے کی باتوں کو سنا کــرو اور اس کــے فــرمــان پــر عــمــل کــیــا کــرنــا(3)_''
اس روایت ســے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضــرت (ص) ان دنوں کس حدتک تنہا تھے اور لوگ آپ کی دعوت کے جواب میں کیسے کیسے تمسخرآمیزجملے کہا کرتے تھے اور علی علیہ السلام ان ابتدائی ایام میں جب کہ آپ بالکل تنہا تھے کیونکر آنحضرت (ص) کے مدافع بن کــر آپ کــے شـــانــہ بشـــانــہ چــل رہــے تــھــے_
ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبراکرم (ص) نے اس وقت قریش کے ہر قبیلے کا نام لے لے کر انھیں بلایا اور انھیں جہنم کے عذاب ســے ڈرایـا، کبھی فرمـاتے '':یـابنی کعـب انقـذواانفســکم من النـار_''
اے بنی کعب : خود کو جہنم سے بچائو، کبھی فرماتے'' : یا بنی عبد الشــمس __ ''کبھی فرماتے :'' یابنی عبدمناف'' _کبھی فرماتے :
''یابنی ہاشــم _''کبھی فرماتے'' : یابنی عبد المطلب انقذ وانفســکم النار _''تم خودہی اپنے آپ کو جہنم سے بچائو ، ورنہ کفر کی صورت میں میں تمہارا دفاع نہیں کرسکوں گا_ (makarem.ir)

- صــفحہ 96 - اہل حدیث فورم آرکائیو - علی رضــی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث کی صداقت کیا ہے؟ یہ میرا بھائی ہے، میرا نگہبان ہے اور تم میں میرا جانشــین ہے، لہذا اس کی بات ســنو اور اطاعت کرو - جدید جامع لائبریری(al-maktaba.org)

- 36408- عن علي قال: لما نزلت هذه الآية {وَأَنْذِرْ عَشِــيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} جمع النبي صلى الله عليه وسلم من أهل بيته، فاجتمع ثلاثون فأكلوا

وشربوا، فقال لهم: من يضمن عني ديني ومواعيدي ويكون معي في الجنة ويكون خليفتي في أهلي، وقال رجل: يا رسول الله! أنت كنت بحرا! من يقوم بهذا؟ ثم قال الآخر، فعرض هذا على أهل بيته واحدا واحدا فقال علي أنا. "حم" وابن جرير وصححه والطحاوي، "ض".
(کنزالعمال کتاب: فضائل کا بیان، باب: حضرت علی (رض) کے فضائل، حدیث نمبر: 36419)

ترجمہ:

٣٦٤٠٨... حضرت علی ؓ کی روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی " وانذر عشیرتک الاقربین " اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرسنائیے " نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت کو جمع کیا چنانچہ تیس (٣٠) لوگ جمع ہوگئے انھوں نے کھایا پیا اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص میری طرف سے میرے دین اور میرے مواعید کی ضمانت دے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور میرے اہل میں خلیفہ ہوگا ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! آپ تو بحر ہیں۔ اس امر کا قیام کون کرے گا؟ پھر ایک اور شخص نے اسی طرح کی بات کی پھر اہل بیت میں سے ہر شخص پر پیش کیا گیا: حضرت علی ؓ نے فرمایا: اس کے لیے میں تیار ہوں۔ (رواہ احمد بن حنبل وابن جریر وصححہ والطحاوی ابو الضیاء)

📖 یہ واقعہ بہت سی کتب تفسیر و حدیث و تاریخ میں موجود ہے۔ مثلاً تفسیر در منثور، سیوطی، ابن کثیر، معالم التنزیل، ترجمان القرآن، خازن، مسند احمد بن حنبل، کنزالعمال، معارج النبوۃ، تاریخ طبری، کامل ابن کثیر، سیرتِ حلبیہ وغیرہ وغیرہ۔ (فیضان الرحمٰن)

- تفسیر در منثور روایت نمبر 15.
- تفسـیر ابنِ کثیر نے مولا کی توہین کرتے ہوئے یہ روایت نقل کی ہے.. .اور بھائی کے بعد دوسرے رتبہ وصی و جانشین کے جگہ "یہ درجے" سے بدل دیا.

آیت "وانذِز عشـیرتک" میں عورتیں بھی شـامل تھیں. "عشـیرتک" میں عورتیں مرد دونوں شامل ہیں. تفیسرالمیزان میں طبرانی سے نقل ہے کہ پیغمبر اکرمﷺ نے عورتوں کو بھی دعوت دی تھی. (تفسیر نور)

"دعوت ذولعشیرہ" میں ایک چیز بہت واضح ہے. Loud and Clear، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی اگر جانشین و خلیفہ ہوسکتا ہے تو صرف و صرف اقربا/عشیرہ میں سے ہی ہوسکتا تھا. اور نہ صـرف ہوسـکتا تھا، بلکہ اسـی دعوت میں وہ اعلان بھی ہوگیا کہ کون ہوگا. (یعنی اقربا سے باہر یہ آپشن ہی نہیں).

جیســا کہ ســورہ کوثر کا شــانِ نزول بیان کرتا ہے، کہ نبی اکرم کے دشـمن نبی اکرمﷺ کو "ابتر" کی گالی دیتے تھے، یعنی آپ کی کوئی نرینہ أولاد نہیں جو آپ کے اس مشــن کو آگے بڑھائے... جب تک آپ زندہ ہیں تو ہیں پھر آپ کے جانے کے بعد آپ کی ســاری محنت بیکار جائے گی کہ ہم واپس اپنے اسلاف کی طرف لوٹ جائیں.

روایات میں آتا ہے کہ قریش کے اوباش رسول اللہ ﷺ کا ہر وقت پیچھا کرتے تھے. آپ کی دعوت کے خلاف سازشوں میں لگے رہتے تھے اور آپ کے ساتھ طنزومزاح کرتے رہتے تھے. اس طرح وہ بزعم خود عوام

الناس کو آپ کی دعوت حق سننے سے باز رکھتے تھے جو آپ لے کر آئے تھے۔ ان اوباشوں کے سرخیل عاص ابن وائل ، عقبہ ابن ابو معیط ، ابولہب ، ابوجہل وغیرہ تھے۔ یہ کہتے تھے کہ نبی ﷺ " ابتر " ہیں ، یعنی ان کی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ ان میں بعض نے یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ اسے چھوڑ دو ، اس کی کوئی اولاد نہیں ہے ، جب یہ مرجائے گا تو یہ تحریک خود بخودختم ہوگی۔ عرب معاشرے میں چونکہ نرینہ اولاد کی بہت بڑی اہمیت تھی ، اس لئے ان کے ہاں پروپیگنڈے کی اس سازش کا کافی اثر تھا۔ آپ کے مخالف اور دشمن اس گھٹیا پروپیگنڈے کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور آپ کے قلب مبارک پر اس کا بہرحال اثر ہوتا تھا۔ اس وجہ سے یہ سورت نازل ہوئی کہ آپ کا غبار خاطر چھٹ جائے۔ آپ خوشی اور تازگی محسوس کریں اور آپ کو جو خیر کثیر دے کر بھیجا گیا تھا ، اس کی حقیقت اچھی طرح دلوں میں بیٹھ جائے ، اور یہ سمجھا دیاجائے کہ دراصل " ابتر " تو آپ کے دشمن ہیں اور وہ اس انجام تک پہنچنے والے ہیں کہ ان کی جڑ کٹ جائے اور ان کا نام ونشان مٹ جائے۔ (فی ظلل القرآن)

✎ دشـمن یہ سـوچ رہا تھا – انکا یہ مکر تھا۔ اور اللہ تعالٰی کی پلاننگ یہ تھی کہ نبی کے جانشین و وصی و خلیفہ کا بندوبست نبی اکرمﷺ کی نبوت کی بعثت کے سـاتھ ہی کردیا گیا۔ (وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ)

215- وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۱۵﴾

اور جو صاحبانِ ایمان آپ کا اتباع کرلیں ان کے لئے اپنے شانوں کو جھکا دیجئے۔

(علامہ جوادی)

وَاخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۸۸ (حجر، 15:88)

- سب مومنین کے لیے نہیں، پر مومنین میں سے بھی جو "اتباع" کریں۔

- اتباع والے مومنین کے لے اپنے شانوں کو جھکانا ایسا ہی ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا، میں کیا جانوں ارذلون کیا کرتے ہیں " اور میں ایمان لانے ولوں کو دھتکارنے والا نہیں۔" (آیت 114)

- پروں کو پھیلانے کے بارے میں دو مرتبہ قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔ ایک جگہ پیغمبر اکرمﷺ کو مومنین کے حوالے سے ارشاد ہے۔
وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۱۵﴾

دوسری جگہ أولاد کو اپنے والدین کے حوالے سے کہا گیا۔ نیز یہاں ایک لفظ "ذل" کا اضافہ بھی نظر آتا ہے:
وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ (اسراء، 17:24)
اور جھکائے رکھو ان کے سامنے اپنے بازو عاجزی اور نیاز مندی سے۔ (تفسیر نور)

- نرم رویہ رکھنے، رواداری کی اہمیت اس قدر ہے کہ خداوند متعال، پیغمبر اکرمﷺ کو اس بارے میں امر فرما رہے: "واخفِض..." (نور)

216- فَاِنۡ عَصَوۡکَ فَقُلۡ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۱۶﴾

پھر اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو میں اس سے بری (وبیزار) ہوں جو تم کرتے ہو۔

(اظھر)

ان کے عمل سے بیزار ہونا ایسا ہی ہے جیسے حضرت لوط علیہ السلام نے کہا تھا "میں تمہارے کرتوتوں سے سخت بیزار ہوں." (آیت 168)۔

ان قریبی رشتے داروں میں سے جو لوگ مؤمن ہیں اور آپؐ کی اتباع کرتے ہیں۔ ان کے لیے مہر و محبت اور تواضع کریں اور جو لوگ آپؐ کی دعوت کی نافرمانی کرتے ہیں اور ابولہب کی طرح اپنی بت پرستی پر قائم رہتے ہیں تو ان سے بیزاری کا اظہار کیجیے۔ (کوثر)

217- وَ تَوَکَّلۡ عَلَی الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ ﴿۲۱۷﴾

اور توکل کریں عزیز و رحیم پر۔

(اظھر)

218- الَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۲۱۸﴾

وہ ذات جو تمہیں دیکھتی ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔

(اظھر)

اے نبی ، تم جس حال میں بھی ہوتے ہو ، اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو ، اور لوگو ، تم بھی جو کچھ کرتے ہو ، اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے ، نہ چھوٹی نہ بڑی ، جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔ (یونس، 10:61)

نماز کی حالت میں انسان پر خداوند متعال کی خاص توجہ ہوتی ہے۔ " یَرٰىکَ حِینَ تَقُومُ "(تفسیر نور)

219- وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ﴿۲۱۹﴾

اور سجدہ گزار لوگوں میں تمہاری نقل و حرکت پر وہ نگاہ رکھتا ہے۔
(فی ظلال القرآن)

📖 نماز کا اہم ترین رکن سجدہ ہے۔ "فی السٰجدین" (تفسیر نور)

📖 ... جب آپ اور سجدہ کرنے والوں میں نشست و برخاست کرتے ہیں۔ یعنی جب نماز باجماعت پڑھاتے ہیں اس آیت کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے جو بیان کردیا گیا ہے مگر اس تقلبک فی الساجدین۔ کاایک اور مفہوم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند عالم تمہیں سجدہ کرنے والوں کی پسلیوں میں الٹتا پلٹتا اور عبادت گزاروں کی صلبوں سے گزرتا ہوا دیکھتا رہا ہے۔ کہ آپ ہمیشہ پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں۔
چناچہ ابن عباس اور امام علیہما السلام سے یہی منقول ہے فرمایا فی الصلاب النبین نبی بعد نبی حتی اخرجہ من صلب ابیہ من نکاح غیر سفاع من الذن آدم۔ (تفسیر مجمع البیان و تبیان)
شبیر احمد عثمانی رقم طراز ہیں "بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپ کے آباؤ اجداد مراد ہیں یعنی آپ کے نور ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخری نبی ہوکر تشریف لانا بلکہ بعض مفسرین نے اس سے حضور کے والدین کے اسلام پر استدلال کیا ہے۔"
(فیضان الرحمٰن، ج7، ص111)

220 – اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ‏﴿۲۲۰﴾

بے شک وہی السمیع العلیم ہے۔

(اظہر)

221- هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ عَلٰى مَنۡ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيۡنُ‏﴿۲۲۱﴾

کیا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں۔

(وحیدالدین)

222- تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ‏﴿۲۲۲﴾

وہ ہر جھوٹے گنہ گار پر اترتے ہیں۔

(وحیدالدین)

📖 انسانی مختلف رویے، انسانی ظرفیت اور مختلف صلاحتیں اس بات کی علامت ہیں کہ مختلف قسم کے نزول پائے جاتے ہیں۔ " نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الاَمِينُ﴿۱۹۳﴾"، " تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيۡمٍ﴿۲۲۲﴾ۙ" (تفسیر نور)

📖 گناہ سے برا یہ ہے کہ اس کا تکرار کیا جائے، اور اتنا تکرار ہو کہ وہ گناہ انسان کی ذات کا حصہ بن جائے اور اس کا اظہار اس کی عادات اور خصلتوں میں ہونے لگے۔ "افاکِ اثیم" (تفسیر نور)

223- يُّلۡقُوۡنَ السَّمۡعَ وَ اَكۡثَرُہُمۡ كٰذِبُوۡنَ﴿۲۲۳﴾

سنی سنائی باتیں کانوں میں پھونکتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

(فی ظلل القرآن)

📖 بہت سے گناہوں کا سرچشمہ جھوٹ ہے بلکہ اُن سے بھی برا ہے لہٰذا جھوٹ گھڑنے والے کا دل شیطان کے اترنے کی جگہ ہے۔ "تنزل علی کل افاک اثیم" (تفسیر نور)

✎ یہ آیت بھی اپنے آپ میں ایک حکمت پوشیدہ رکھتی ہے۔

شعراء/شاعر

224- وَ الشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُہُمُ الۡغَاوٗنَ﴿۲۲۴﴾

اور رہے شعراء، تو ان کی پیروی تو گمراہ لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔

(اظہر)

📖 اس آیت میں شعراء کے پیروکاروں کے بارے میں جو بنیادی اصول بتایا گیا ہے اس میں مجھے کوئی استثناء exception نظر نہیں آتا۔ اگرچہ علامہ اقبال کا معاملہ بہت سے اعتبارات سے مختلف ہے مگر ان کے پیروکاروں پر بھی قرآن کا یہ قانون سو فیصد منطبق ہوتا ہے۔ اس حقیقت کو اس پہلو سے دیکھنا چاہیے کہ علامہ اقبالؒ کے حاشیہ نشینوں میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا سامنے نہیں آسکا جس نے ان کے نظریات کی روشنی سے اپنی عملی زندگی کا کوئی گوشہ روشن کیا ہو اور اپنی شخصیت میں بندۂ مؤمن کے اس

کردار کی کوئی رمق پیدا کرنے کی کوشــش کی ہو جس کا نقشــہ علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔ بلکہ علامہ اقبالؒ تو خود اپنے بارے میں بھی اعتراف کرتے ہیں کہ محض گفتار کے غازی تھے :ء اقبال ؒ بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے گفتار کا یہ غازی تو بنا ‘ کردار کا غازی بن نہ سکا ! اس حوالے سے سورۃ یٰسین کی آیت 69 میں حضـور ﷺ کے بارے میں بہت واضـح طور پر فرمادیا گیا ہے : وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّــعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ط ”ہم نے آپ ﷺ کو شــعر کہنا ســکھایا ہی نہیں اور یہ آپ ﷺ کی شــایان شــان ہی نہیں۔“ (اسرار احمد)

📖 لہٰذا آیت میں شعراء سے مراد وہ لوگ ہیں جو حقائق اور واقع نفس الامری ســے دور خیالات اور تصــورات کی ایک موہوم دنیا کی باتیں کرتے ہیں۔ شــاعری ســے مراد وہ معنی نہیں ہو ســکتے جو ہمارے درمیان متعارف ہیں چونکہ مشــرکین قرآن کو شــعر اور رســول کو شـــاعر کہتے تھے۔ ان لوگوں کے مطابق قرآنی آیات حقائق کی نشـــاندہی نہیں کرتیں بلکہ یہ خیالات و تصــورات کی باتیں ہیں۔ (کوثر)

225- اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ﴿۲۲۵﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔

(جالندھری)

📖 غزل کے ایک شــعر میں شــاعر لوگ مشــرق کی بات کرتے ہیں تو دوسرے میں مغرب کی۔ ایک مصرعے میں اپنی آسمان کی سیر کا ذکر کرتے ہیں تو دوسرے میں زمین پر آکر صحرا نوردی کرتے نظر آتے ہیں۔ (اسرار احمد)

📖 اســلام، فن و ہنر کا مخالف نہیں۔ بے مقصـــد بے ہودہ شـــاعری کا مخالف ہے۔ "فی کل وادیھیمون" (تفسیر نور)

226- وَ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا يَفۡعَلُوۡنَ﴿۲۲۶﴾

اور وہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں۔

(وحیدالدین)

📖 شـعراء کے بارے میں سـب سـے بڑی بات یہاں یہ بتائی گئی کہ ان کے قول و فعل میں تضـــاد ہوتا ہے اور یہ عادت بہت گھٹیا کردار کی مظہر ہے۔ (اسرار احمد)

📖 حکیم اور شاعر کے مابین فرق یہ ہے کہ حکیم پہلے معانی کو مدنظر رکھتا ہے پھر الفاظ کو اسـتعمال کرتا ہے، لیکن شـاعر پہلے الفاظ کے قالب کو مدنظر رکھتا ہے اور پھر معانی کو بیان کرتا ہے۔ (تفســیر نور بحوالہ لغت نامہ دہخدا)

📖 شاعروں کی ایک علامت یہ ہے کہ ان کے اقوال ان کی سیرت و کردار کے مطابق نہیں ہوتے۔ خود بخیل ہوتے ہیں، ســخاوت کی تعریف کرتے ہیں۔ خود بزدل ہوتے ہیں، بہادری کی تعریف کرتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بات بھی ارشاد فرماتے ہیں اس کا اعلیٰ ترین نمونہ ان کی ذات میں پایا جاتا ہے:

قَد كَانَ لَكُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ .... (۳۳ الاحزاب: ۲۱)

بتحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے.... (کوثر)

227- اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيۡرًا وَّ انۡتَصَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا ؕ وَ سَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾ ٪

سواء ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور عملِ صالح کیا اور اللہ کا ذکر کثیر کیا اور اور بدلہ لیا اس کے بعد جو وہ ظلم کیے گئے، اور جنہوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس انجام کو لوٹتے ہیں۔
(اظھر)

📖 یہ البتہ استثنائی حکم ہے۔ کوئی شاعر اگر حقیقی مؤمن ہو اور اعمال صالحہ پر کاربند ہونے کے ساتھ ساتھ کثرت ذکر اللہ پر بھی مداومت کرے تو وہ یقیناً مذکورہ بالا مذمت سے مستثنیٰ ہوگا اور اس کا کلام بھی خیر اور بھلائی کا باعث بنے گا۔ (اسرار احمد)

✎ اس آیت میں تین باتیں ہو رہی ہیں۔
پچھلی فوراً گفتگو شعراء کے حوالے سے تھی تو "الا" کا مفہوم بھی پہلے انہیں کی طرف لوٹتا کہ...
ان میں سے جو ایمان لائے، عمل صالح کرے، اور اللہ کا ذکر کثیر کریں، (وہ اوپر والی باتوں سے استثناء ہیں)
پھر ان پر جو ظلم ہوا، یا ظلم کیے گئے، تو اس کا وہ بدلہ لیتے ہیں۔
یعنی شعراء کے تناظرے میں وہ اچھی شاعری کرتے، ایمان افروز، جو لوگوں کو زیادہ ہدایت کی طرف راغب کرتی۔
یعنی اپنی غلط تحریروں کو اپنی اچھی تحریروں سے بدلتے۔ (بدلہ لیتے، یعنی بدل دیتے)
اور عام بندوں کے تناظرے میں دیکھیں تو: جب بندہ کوئی ظلم کر بیٹھے، اپنے آپ پر یا کسی اور پر تو چاہیے کہ وہ اس کا بدلہ لے؛

یعنی برائی کو اچھائی سے بدلے۔ اپنے بُرے أفعال کو نیک أفعال سے بدلے۔ کسی کی غیبت کی ہے تو اس کی تعریف کرے۔ کسی کو رنج پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگے۔ کسی کا غلط طریقے سے مال کھایا ہے تو واپس کرے۔ وغیرہ۔
آخری بات جو آیت میں ہو رہی، وہ یہ کہ: جو اس طرح نہیں کرتا، اور ظلم ہی پر إصرار کیے بیٹھا ہے تو وہ عنقریب اپنا انجام دیکھ لے گا۔

درس سورة

- یہ قرآن حق ہے، شعراء کا کلام نہیں، نہ شیاطین کا۔ بلکہ رب العالمین کا جو رسول کے قلب پر نازل ہوا۔ دعوتِ توحید کی شروعات اپنے قریب ترین رشتہ داروں سے کریں۔ اور جو آپ کو "ابتر" کے طعنہ دے رہے تھے، انہیں بتا دے، جانشین تو پہلے سے تیار ہے۔

آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے گئے، سب کا پیغام ایک ہی تھا، اور وہ اس کام کا کوئی اجر نہیں مانگتے تھے اور یہی کہتے تھے" إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ"۔ پر ان قوموں کی یہی رٹ لگا رکھی تھی۔ "إِنْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ" "یہ تو تم جیسا ہی انسان ہے"۔ پر جب عذاب آیا تو پھر کوئی ان کا بچانے والا نہ تھا۔ (وہ قومیں پانی، چیخ، زلزلہ، بارش، اور طوفان سے ہلاک ہوئیں۔)